

بعض غیبی اشارات کے پیش نظر

# علامہ قبائل کی آفری خواہش

جو بوجوہ شرمندہ تکمیل نہ ہو سکی!

مرکزی انجمن حفظ و انتساب القرآن لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

## لِقْدِيْم

سب جانتے ہیں کہ علامہ اقبال بیک وقت ایک اعلیٰ تصوریت پرست انسان (IDEALIST) بھی تھے، اور خالص واقعیت پسند شخص (REALIST) بھی!

چنانچہ اپنی واقعیت پسندی کی بنیاد پر توہ مسلمانان ہند کے قومی مسائل کے حل کے لئے مسلم لیگ کے ساتھ گھری جذباتی و عملی وابستگی رکھتے تھے، اور یہ بات ہر کس و ناکس کے علم میں ہے، لیکن اس دوسری حقیقت سے آج شاید کوئی بھی واقف نہ ہو کہ اپنے اصل نصب الین (IDEAL) یعنی عرب ملوکیت کے اثرات سے پاک ایک خالص اسلامی ریاست کے قیام کے لئے ان کے پیش نظر ایک بالکل مختلف قسم کی جماعت کا نقشہ تھا، جس کے لئے بقول خود ان کے، انہیں کچھ غبی اشارات بھی اولائے ۱۹۰۷ء کے لگ بھگ قیام انگستان کے دوران اور پھر ۱۹۳۲ء سے چند سال قبل ہندوستان ہی میں ہوئے تھے۔ اور جس کے لئے وہ موجوداً وقت نظروف و احوال کی شدید عدم موافقت کے باوجود ۱۹۳۵ء سے تک کوشش رہے۔

پیش نظر تحریر جو پہلے ۱۹۹۵ء کے دوران دو اقساط میں ماہنامہ "میثاق" لاہور میں شائع ہو چکی ہے اور وہ حضرت علامہ کی حیات دنیوی کے آخری دور کے اس لگ بھگ چار سال کے عرصے کے دوران ان کے خیالات و تصورات کی کامل عکاسی کرتی ہے، اب ایک مستقل کتابی کی شکل میں اس لئے شائع کی جا رہی ہے کہ جہاں عمومی سطح پر حضرت علامہ کی حیات مستعار کا یہ گم شدہ ورق زیادہ سے زیادہ لوگوں کے علم میں آجائے، وہاں یہ حضرت علامہ سے ذہنی، قلبی اور روحانی نسبت رکھنے کے دعویدار حضرات کے لئے لمحہ فکریہ بن جائے کہ وہ اس پر خاص طور پر غور کریں اور ساتھ ہی اپنا جائزہ بھی لیں کہ "فَإِن تَذَهَّبُونَ"

غفرلہ، خاکسار فروری ۱۹۹۷ء عاکف سعید

بعض غیبی اشارات کے پیش نظر

# علامہ اقبال کی آخري خواہش

جو بوجوہ شرمندہ تکمیل نہ ہو سکی!

ڈاکٹر بہان احمد فاروقی کی تالیف: علامہ اقبال اور مسلمانوں کا یاسی نصب اعین سے ماخوذ

تلخیص و ترتیب

حافظ عاکف سعید ایم اے



مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور ۰۰۷۳۵ فون: ۳۲-۱۰۵۹۶۵۸۵

بار اول (فروی ۱۹۹۷ء) ۲۲۰۰  
بار دوم (نومبر ۲۰۰۰ء) ۲۰۰۰  
بار سوم (ستمبر ۲۰۰۳ء) ۲۲۰۰  
ناشر — ناظم نشر و اشاعت، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور  
مقام اشاعت — ۳۶۔ کے ماذل ٹاؤن لاہور  
فون: ۰۳۱-۵۸۴۹۵۰۱  
مطبع — شرکت پرنگ پریس لاہور  
قیمت — ۱۲ روپے

## بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

علامہ اقبال کے بارے میں یہ بات سب جانتے ہیں کہ وہ ایک عظیم قومی و ملی شاعر اور بلند پایہ فلسفی و حکیم ہی نہیں تھے، مفکروں مصور پاکستان بھی تھے۔ وہ بڑے عظیم پاک و ہند میں بنے والے مسلمانوں کو انگریز کی غلامی اور ہندو کے تسلط سے نجات دلانے اور سیاسی و معاشی میدان میں ان کے بہتر مستقبل کے بارے میں ہی فکر مند نہیں رہتے تھے، امتِ مسلمہ کی عظمت و سطوتِ گزشتہ کی بازیافت اور اخیاءِ اسلام کے شدت کے ساتھ آرزومند بھی تھے۔

علامہ کے بارے میں یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں کہ علامہ نے پاکستان کا محض تصور اور تخيیل ہی پیش نہیں کیا، پاکستان کے قیام کا مطالبہ لے کر اٹھنے والی مسلمانوں کی نمائندہ سیاسی جماعت، مسلم لیگ میں باقاعدہ شمولیت اختیار کی اور ایک فعال کارکن اور ایک صاحبِ فہم اور مدبر رہنماء کے طور پر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کی آزادی کی جنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ علامہ کی حیات کا یہ گوشہ ایک کھلی کتاب کی مانند ہے۔ لیکن یہ بات بہت ہی کم لوگوں کے علم میں ہو گی کہ اپنی حیاتِ دنیوی کے آخری حصے میں حضرت علامہ "مسلمانوں کے عروج و اقبال" اور "اعلاءُ کلمۃ اللہ" کی خاطر خالص اسلامی اصولوں یعنی بیعت کی بنیاد پر قائم ہونے والی ایک ایسی انقلابی جماعت کی تشكیل کی سرتواڑ کوشش بھی کرتے رہے جو محض نام کے مسلمانوں پر نہیں بلکہ "ند اکاروں" پر مشتمل ہو۔ علامہ اپنی کوشش میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے لیکن تشكیلِ جماعت کے بالکل آخری مرحلے پر

پنج کر بعض وجوہات کی بنا پر جن کا ذکر آگئے تفصیل سے آئے گا، یہ معاملہ رک گیا اور یہ نیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ حیاتِ اقبال کا یہ گم شدہ اور فراموش کردہ ورق حال ہی میں ڈاکٹر بہان احمد فاروقی مرحوم کی ایک کتاب "علامہ اقبال اور مسلمانوں کا سیاسی نصب العین" کے ذریعے منظر عام پر آیا ہے۔ اس اہم تاریخی دستاویز کو آل پاکستان اسلامک اینجوکیشن کانگریس نے دسمبر ۱۹۹۳ء میں، یعنی ڈاکٹر فاروقی مرحوم کے انتقال سے چند ماہ قبل شائع کیا۔ ہمارا احساس ہے کہ حیاتِ اقبال کے اس اہم گوشے کی نقاب کشائی کر کے ڈاکٹر بہان احمد فاروقی نے ملتِ اسلامیہ پاکستان پر احسان عظیم کیا ہے، ورنہ ان کے بیٹے میں محفوظ یہ بیش قیمت تاریخی امانت ان کے ساتھ ہی قبر میں اتر جاتی اور حیاتِ قبائل کا یہ گوشہ ہمیشہ کے لئے تاریخ کے دھنڈ لکوں میں گم ہو جاتا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی قبر کو نور سے بھر دے اور انہیں اپنے دامنِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے (آمین)۔

☆ ☆ ☆

اس اجمال کی تفصیل جاننے کے لئے بطور تمہید ہمیں علامہ اقبال کے خطبہ اللہ آباد کی جانب رجوع کرنا ہو گا جو بلاشبہ مسلمانانِ ہند کی سیاسی اور اجتماعی زندگی میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۹۵۰ء میں اللہ آباد کے مقام پر منعقد ہونے والے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں علامہ اقبال نے جو تاریخی خطبہ صدارت پیش فرمایا اس میں جماں اس نکتے کو خصوصی طور پر اجاگر کیا کہ ہندوستان میں یعنی والے مسلمان ہر اعتبار سے ہندو کے مقابلے میں ایک جدا گانہ قوم ہیں اور ان کی قومیت کی واحد بنیاد اسلام ہے، وہیں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کا خیال بلکہ مطالبہ بھی پہلی بار وضاحت کے ساتھ پیش کیا، جس کے لئے اپنے خطبے میں علامہ نے "ہندوستان کے اندر ایک اسلامی ہند" کے الفاظ استعمال کئے۔ حضرت علامہ کے خطبہ اللہ آباد کے درج ذیل اقتباسات نوٹ کرنے کے لائق ہیں :

"کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اسلام کو بطور ایک اخلاقی تجھیل کے تو برقرار رکھیں لیکن اس

کے نظامِ سیاست کے بجائے ان قومی نظاموں کو اختیار کر لیں جن میں مذہب کی مداخلت کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ اسلام کامہ بھی نصب العین، اس کے معاشرتی نظام سے جو خود اسی کا پیدا کر دہے ہے، الگ نہیں ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزم ہیں۔ اگر آپ نے ایک کو ترک کیا تو بالآخر دوسرے کو ترک کرنا بھی لازم آئے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مسلمان ایک لمحے کے لئے بھی کسی ایسے نظام سیاست پر غور کرنے پر آمادہ نہ ہو گا جو اسلام کے اصول اتحاد کی نفی کرنے پر بنی ہو....."

ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک الگ خطہ زمین کے مطالبے کا جواز علامہ نے اپنے خطبے میں بایس الفاظ پیش فرمایا :

"... مغربی ممالک کی طرح ہندوستان کی یہ حالت نہیں کہ اس میں ایک ہی قوم آباد ہو، وہ ایک ہی نسل سے تعلق رکھتی ہو اور اس کی زبان بھی ایک ہو۔ ہندوستان مختلف اقوام کا وطن ہے، جن کی نسل، زبان، مذہب سب ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ان کے اعمال و افعال میں وہ احساس پیدا ایسی نہیں ہو سکتا جو ایک ہی نسل کے مختلف افراد میں موجود رہتا ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو ہندو بھی تو کوئی واحد الجنس قوم نہیں۔ پس یہ امر کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ مختلف ملتوں کے وجود کا خیال کئے بغیر ہندوستان میں مغربی اصول جمصوریت پر عمل کرنا شروع کر دیا جائے۔ مسلمانوں کا مطالبہ بالکل بجا ہے کہ وہ ہندوستان کے اندر ایک اسلامی ہندوستان قائم کریں....."

مسلمانوں کے لئے ایک الگ خطے کے مطالبے کی ضرورت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے اسی خطبے میں ذرا آگے چل کر علامہ فرماتے ہیں :

"ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تدفی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے....."

اس خطبے کے درج ذیل الفاظ ہمارے نقطہ نگاہ سے مخصوصی طور پر اہمیت کے حامل ہیں :

”میں صرف ہندوستان اور اسلام کے فلاج و بہود کے خیال سے ایک منتظم اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ اس سے ہندوستان کے اندر رتوازِ نی قوت کی بدولت امن و امان قائم ہو جائے گا اور اسلام کو اس امر کا موقع ملے گا کہ وہ ان اثرات سے آزاد ہو کر جو عرب ملوکیت کی وجہ سے اس پر اب تک قائم ہیں، اس جمود کو توڑوڑا لے جو اس کی تہذیب و تمدن، شریعت اور تعلیم پر صدیوں سے طاری ہے۔ اس سے نہ صرف ان کے صحیح معانی کی تجدید ہو سکے گی بلکہ وہ زمانہ حال کی روح سے بھی قریب تر ہو جائیں گی۔“

گویا علامہ مسلمانان ہند کے بہتر مستقبل کی خاطر مخفی ایک علیحدہ خطہ زمین کے حصول ہی کے خواہاں نہیں تھے، بلکہ وہ ”احیاء اسلام“ کے بھی شدت کے ساتھ آرزو مند تھے اور اس مجوزہ خطہ زمین میں اسلام کو مخفی ایک مذہب کے طور پر نہیں بلکہ ایک زندہ اور غالب سیاسی و معاشرتی قوت کی حیثیت سے سرپلند کرنا چاہتے تھے۔ علامہ کو اس امر کا پورا شعور و اور اک حاصل تھا کہ دین اسلام اپنی اصل شکل اور کامل صورت میں صرف دورِ خلافت را شدہ تک قائم رہا۔ خلافت کے ملوکیت میں تبدیل ہوتے ہی اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے حسین نقوش دھنڈانے لگے اور اسلام کے ریخ روشن کی تابتاکی ماند پڑنے لگی۔ دورِ ملوکیت میں مدون ہونے والی فقہ بھی ملوکیت کے اثرات سے بالکلیہ پاک نہ تھی۔ نظام اجتماعی کے بعض اہم گوشوں میں مسلم فقہاء نے ”نظریہ ضرورت“ کے تحت بعض ایسے فتوے دیئے جو ملوکیت اور جاگیرداری نظام کے تحفظ و بقا کا ذریعہ بنے۔

اپنے اس خطبے میں اقبال دو اعتبارات سے نہایت پر امید نظر آتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہندوستان کے شمال مغربی علاقے میں مسلمانوں کی ایک آزاد ریاست کا قائم ہو جانا یقینی نہیں ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے مسلمانان ہند کی نمائندگی کرتے ہوئے انہوں نے اپنے اس خطبے میں مسلمانوں کے لئے ایک آزاد ریاست کا پر زور مطالبہ کرنے اور اس کے حق میں مفبوض عقلی دلائل پیش کرنے پر ہی اکتفا نہیں کی، ایک وثیقی (VISIONARY) کی حیثیت سے قیام پاکستان کو ایک یقینی امر اور تقدیر مبرم بھی قرار دیا ہے۔ خطبہ اللہ آباد میں شامل ان کے یہ تاریخی الفاظ خصوصیت کے ساتھ نوٹ کرنے کے

قابل ہیں : ”میں محسوس کرتا ہوں کہ ہندوستان کے شمال مغربی خطے میں ایک آزاد مسلم ریاست کا قیام ایک ایسی تقدیر ہے جسے نالانہیں جاسکتا“<sup>۱</sup>..... اسی طرح وہ اس بارے میں بھی بہت پر امید نظر آتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک علیحدہ آزاد ریاست کے نتیجے میں احیاء اسلام کے دیرینہ خواب کے شرمندہ تعبیر ہونے کا سامان فراہم ہو جائے گا۔ پھر ہمارے لئے اس بات کا موقع ہو گا کہ دوڑ خلافتِ راشدہ کے بعد گویا قربیا ساڑھے تیرہ صدیوں کے وقٹے کے بعد ایک بار پھر اسلامی تعلیمات کا صحیح نمونہ اور اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کی سچی تصویر عملاً دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ اس طرح پاکستان کا قیام عالمی سطح پر اسلام کے غلبہ ثانی کی تمہید بن جائے گا۔ اقبال کے یہ مشہور اشعار اسی رجائیت کا مظہر ہیں :

نکل کے صحراء سے جس نے روما کی سلطنت کو والٹ دیا تھا  
نا ہے یہ قدیموں سے میں نے وہ شیر پھر ہو شیار ہو گا

اور

کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے  
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

اور

شب گریزان ہو گی آخر جلوہ خورشید سے  
یہ چمنِ معمور ہو گا نغمہ توحید سے

☆ ☆ ☆

خطبہ اللہ آباد کے ان انقلاب آفریں افکار کا فوری نتیجہ علی گڑھ میں ظاہر ہوا۔ یوں بھی اللہ آباد اور علی گڑھ مکانی طور پر ایک دوسرے سے بہت قرب رکھتے ہیں۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے صدر شعبۂ فلقہ ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب نے جن کے علم و فضل کی دھاک ایک زمانے تک رہی، علامہ کے اس خطبے سے متاثر ہو کر جماعتِ مجاہدین علی

۱۔ علامہ کے انہی الفاظ کو بنیاد بناتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے گزشتہ ماہ ۱۹۶۴ء اپریل کو یوم اقبال کے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے علامہ اقبال کو پہلی بار ”مبشر پاکستان“ کا خطاب دیا جسے علمی حقوق میں بہت سراہا گیا۔

گڑھ کے نام سے صحیحہ اسلامی اصولوں پر مبنی ایک جماعت کی تشکیل کا جامع منصوبہ تیار کیا، تاکہ علامہ کے تجویز کردہ نصب العین کے حصول کے لئے منظم جدوجہد کی جاسکے۔ اس کے ابتدائی قدم کے طور پر انہوں نے ایک جامع دستاویز تیار کی جس میں جماعت مجاہدین کے قیام کی غرض و غایت سے لے کر اس کے تنظیمی ڈھانچے تک تمام تفصیلات شامل تھیں۔ (اس دستاویز کا مکمل متن ڈاکٹر بہان احمد فاروقی کی کتاب میں درج ہے) اس دستاویز کا پہلا حصہ دراصل علامہ کے خطبہ اللہ آبادی کی مزید تشریع و توضیح پر مشتمل تھا جس میں مسلمانان ہند کی حالت زار کا ایک نقشہ کھینچنے کے بعد سب سے زیادہ زور اس نکتے پر دیا گیا کہ ہندو اور مسلمان ہرگز ایک قوم نہیں بلکہ یہ دو علیحدہ قومیں ہیں، جو ہر اقتدار سے ایک دوسرے سے مختلف اور متفاہر، جوانات کی حامل ہیں۔ اس دستاویز کے ابتدائی حصے سے ایک اقتباس ملاحظہ ہوا!

”مسلمانوں یہ ایک سراب ہے کہ ہندو اور مسلمان مل کر رہیں گے یا ہندوستان ایک نیشن یعنی قوم ہے یا ہو جائے گا۔ مسلمان بالقین ایک علیحدہ قوم ہیں اور ہندو ایک علیحدہ قوم۔ جو چیزیں گروہ کو ایک قوم بناتی ہیں ان میں سے کوئی چیز ہندوؤں اور مسلمانوں میں مشترک نہیں۔ مسلمانوں کے عقائد و اخلاق جدا ہیں، ہندوؤں کے جدا۔ مسلمانوں کے اندار و عادات، رسم و رواج، طرز ماند و بود جدا ہیں، ہندوؤں کے جدا۔ مسلمانوں کا قانون جدا ہے، ہندوؤں کا جدا۔ مسلمانوں کی تاریخ جدا ہے، ہندوؤں کی جدا۔ مسلمانوں کی امنگیں جدا ہیں اور ہندوؤں کی جدا۔ مسلمانوں کو اصول قومیت جدا ہے، ہندوؤں کا جدا۔ مسلمانوں کا خدا اور ہے، ہندوؤں کا اور۔“

مسلمان قوم کو اس گرداب سے کیسے نکالا جائے؟ انہیں انگریز کی غلامی اور ہندو کے تسلط سے کیسے نجات دلائی جائے؟ ملت اسلامیہ ہند کے تن مردوں میں نبی روح کیونکر پھونگی جائے؟ اس دستاویز کے دوسرے حصے میں ان اہم سوالات پر گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر سید ظفر الحسن اس کا حل یہ تجویز کرتے ہیں کہ مسلمان قوم کو اگر کسی بلند مقصد سے آشنا کر دیا جائے اور اسے ایک نظم کے تحت منظم کر دیا جائے تو صورت حال بدل سکتی ہے۔ ولچپ بات

یہ ہے کہ انہوں نے نظم جماعت کے سلسلے میں جموریت یا جموری اصولوں کو سرے سے در خود اعتناء نہ سمجھا بلکہ صاف الفاظ میں تسلیم کیا کہ :

”مسلمانوں کو منظم کرنے کا وہی ایک صحیح اصول ہے جس پر اسلام آغاز میں منظم ہوا تھا۔ جس کی صورت موجودہ حالات کو مد نظر رکھ کر آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کا ایک امیر ہونا چاہئے اور ان کی ایک مجلس شوریٰ ہونی چاہئے اور قوم کو پابند ہونا چاہئے امیر کے احکام کا۔“

جماعت کے نظم یا مسلمانوں کی تنظیم کی مزید وضاحت اس دستاویز میں باس الفاظ کی گئی :

”جماعت کی تنظیم میں سب سے اہم چیز امیر ہے۔ ایک طرف تو یہ ضروری ہے کہ امیر کو اختیاراتِ کلی ہوں،“ اور دوسری طرف یہ کہ وہ مطلق العنان ہو جائے۔

زمانہ حال کی جموریت غلط ثابت ہو چکی ہے۔ اس کے مصائب سے عالم لبرز ہے۔ پس شورائیت پر نظرِ الٹی چاہئے۔ اسلامی جموریت کے دو اصول معلوم ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ امیر جمور کے اتفاق رائے سے امیر ہو اور رہے۔ یعنی اس کا عزل و نصب جمور کی رائے پر مبنی ہو۔ دوسرے یہ کہ امیر عمر بھر کے لئے اور اس کا اقتدار کلی ہو اور جمور اس کی رائے اور احکام سے انکار نہ کر سکیں۔“

امیر کو مجلس شوریٰ کی اکثریت کے نیچے کا پابند ہونا چاہئے یا اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مجلس شوریٰ کی تحریکوں یا فیصلوں کو بر طرف کر سکے، اس اہم مسئلے میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن کا ذہن بالکل واضح تھا۔ واضح رہے کہ ان کی پروردش بسم اللہ کے گنبد میں نہیں ہوئی تھی بلکہ علامہ اقبال کی طرح وہ بھی ”عذابِ دانش حاضر“ سے خوب اچھی طرح باخبر تھے اور علامہ ہی کی طرح انہیں بھی یہ اعزاز حاصل تھا کہ وہ بھی ”کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل“ کا مصدق اثبات ہوئے۔ گویا ساری زندگی خرد کی گھنیاں سنجھانے اور عقل و منطق کے بھر میں شناوری کے باوجود وہ ہمارے دور کے دانشوروں کی مانند عقل گزیدہ نہیں تھے بلکہ اسلام کے نظم جماعت کی روح کو سمجھتے اور اکارت کے تقاضوں کا پورا ادراک رکھتے تھے۔ چنانچہ امیر اور مجلس شوریٰ کے اختیارات پر گفتگو کرتے ہوئے وہ دونوں انداز میں لکھتے ہیں :

"پس ہمیں امیر کو اختیاراتِ کلی دینے چاہئیں۔ مجلس شوریٰ کا کام فقط مشورہ دینا ہو گا نہ کہ کثرت رائے سے امیر کے خلاف مسائل طے کرنا۔ لیکن مجلس شوریٰ کو اختیار ہو گا کہ اگر وہ امیر کو نااہل سمجھے تو بر طرف کر سکے۔"

ان سب پہلوؤں پر نظر رکھ کر یہ کرنا چاہئے کہ امیر کو اختیار دیا جائے کہ مجلس شوریٰ کی تمام تحریکوں اور فیصلوں کو بر طرف کر سکے، الایہ کہ وہ تحریک جو امیر کے عزل کے لئے ہو۔"

چنانچہ اس دستاویز میں یہ طے کیا گیا کہ یہ جماعت بیعت کی بنیاد پر قائم ہو گی۔ اس کے ارکان امیر کے ہاتھ پر بیعت کے ذریعے جماعت میں شامل ہوں گے۔ جماعت کا مقصد ہے یہیں "ہندوستان کے مسلمانوں کا عروج و اقبال" قرار پایا اور یہ بھی طے کیا گیا کہ ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب اس جماعت کے پہلے امیر ہوں گے۔ مزید بر آن جماعت مجاهدین کے تاسیسی ارکان کے طور پر درج ذیل افراد کا نام درج کیا گیا اور ان کے بارے میں یہ صراحت بھی کی گئی کہ مجلس شوریٰ ان ہی افراد پر مشتمل ہو گی:

- الفضال حسین قادری صاحب
- برهان احمد فاروقی صاحب
- محمد محمود احمد صاحب
- چودھری عبد الحمید صاحب
- عمر الدین صاحب
- حکیم عبد اللطیف صاحب
- یعقوب بیگ نانی صاحب
- حکیم ظمیر الدین خاں صاحب



اس بارے میں یقین کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے کہ اس دستاویز کی تیاری میں علامہ اقبال کا مشورہ بھی شامل تھا یا نہیں، تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ ۱۹۳۲ء میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن

ڈاکٹر برهان احمد فاروقی مرحوم جن کے ذریعے یہ تمام معلومات ہم تک پہنچیں، جماعت مجاهدین علی گڑھ کے تاسیسی ارکان میں سے تھے۔ بقیہ ارکان میں سے کتبہ کاروان والے چودھری عبد الحمید صاحب ابھی بحمد اللہ بقید حیات ہیں، باقی افراد کے بارے میں نہیں معلوم کہ کس حال میں ہیں۔

صاحب نے گرمیوں کی تعطیلات میں علی گڑھ سے کشیر جاتے ہوئے لاہور میں اپنے مختصر قیام کے دوران علامہ اقبال سے بالشفاف اس دستاویز پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ ڈاکٹر بہان احمد فاروقی نے اس ملاقات کا ذکر اپنی کتاب میں بایس الفاظ کیا ہے :

"یہ دستاویز جس میں علامہ اقبال کے اللہ آباد کے خطبہ صدارت میں مجوزہ نصب العین کی وضاحت کی گئی تھی، مرتب ہو گئی تو حضرت استاذی ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب نے ۱۹۳۲ء کی گرمیوں کی تعطیل کے دوران علی گڑھ سے کشیر جاتے ہوئے لاہور میں رک کر علامہ اقبال سے بالشفاف تفصیلی گفتگو فرمائی اور اس خیال کو عملی صورت دینے کے لئے غور و خوض اور طریق کارتھین کرنے کے لئے مشورہ طلب فرمایا اور طے پایا کہ اس باب میں کچھ جدوجہد شروع کی جائے۔"

اس ملاقات کے بعد علامہ اور ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب کے مابین اس بات کو آگے بڑھانے اور دوسرے اہم لوگوں کو ہم خیال بنانے کے ضمن میں خط و کتابت کے ایک طویل سلسلے کا آغاز ہو گیا۔ سب سے پہلا خط جو علامہ نے اس سلسلے میں ڈاکٹر سید ظفرالحسن کو لکھا وہ ۱۲ اگست ۱۹۳۲ء کا تحریر کردہ ہے۔ اس خط میں علامہ نے نہ صرف ڈاکٹر سید ظفرالحسن کے تجویز کردہ خاکے کی مکمل تصویب کی بلکہ اس کی تائید میں اپنے ایک ۲۵ سال پر انے کشف یا روحاںی واردات کا ذکر بھی کیا جس کا تجربہ علامہ کو دو مختلف موقع پر ہوا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کی سربلندی کے لئے بیعت اور امارت کے اصولوں پر جماعت بنانے کی ضرورت و اہمیت کا احساس علامہ کو بہت پہلے سے تھا لیکن خود علامہ کے بقول کچھ اس بنا پر کہ "قابل اعتماد و دست مفقود ہیں" اور کچھ اس بنا پر کہ وہ خود اپنے اندر اس کے "متوثر طریق" کی ہمت نہیں پاتے، اس سمت میں اب تک خود کوئی پیش رفت نہیں کر سکے تھے۔

خط کامتن ملاحظہ ہوا!

"لاہور - ۱۶ اگست ۱۹۳۲ء  
پرائیویٹ اینڈ کانفیڈنسل

ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب!

آپ کا خط ابھی ملا ہے، الحمد للہ کہ آپ خیریت سے ہیں۔ اس بات کا احساس اب بہت سے لوگوں کو ہو گیا ہے۔ مجھے پہلیں سال ہوئے جب اس کا احساس ایک

عجیب و غریب طریق میں ہوا۔ اس وقت میں انگلینڈ میں تھا۔ اس کے بعد ہندوستان میں اس کا اعادہ ہوا۔ اس کو اب کئی سال گزر چکے۔ جو طریق آپ نے بتایا ہے اس پر ایک دفعہ ایک خاص طرح پر عمل بھی ہوا۔ اور اس کو ایک متعین صورت بھی دی گئی۔ مگر جلد معلوم ہوا کہ قبل از وقت ہے۔ زیادہ تر اس وجہ سے کہ قابل اعتبار دوست مفقود ہیں۔ میں آپ کو تفصیلات بتاؤں تو آپ حیران رہ جائیں۔ یہاں کے طبائع کی رو سے ایک ہی طریق مؤثر ہو سکتا ہے لیکن میں اس کے لئے اپنے آپ کو موزوں نہیں پاتا۔ یا یوں کہنے کہ اپنے میں اس قسم کی جرأت نہیں دیکھتا۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ آپ کب واپس آئیں گے۔ زبانی گفتگو سے معاملہ بخوبی طے ہو سکتا ہے۔ جن صاحب کو آپ بھیجیں ان پر پورا اعتبار ہو ناچاہئے۔ مجھ کو کسی قدر تاخیج تجربہ ہو چکا ہے۔ اس بنا پر ایسا لکھنے پر مجبور ہوا۔

آج شام دہلی جا رہا ہوں کیونکہ کل وہاں مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کا جلاس ہے۔ ان شاء اللہ سو موارد کی صحیح کو واپس آؤں گا۔  
مغلیٰ محمد اقبال

اس خط کے بعض مندرجات کی تشریح کرتے ہوئے ڈاکٹر بہان احمد فاروقی لکھتے ہیں :

”انگلینڈ کے دوران قیام میں اور ہندوستان واپس آنے کے بعد عجیب و غریب طریق پر جو احساس ہوا وہ اس مقصد کے لئے جدوجہد کرنے سے متعلق کسی وجدانی واردات کی طرف اشارہ ہے۔

خاص طرز پر عمل کرنے سے مراد اس خیال کو کوئی مختلم صورت دینے کی کوشش ہے جنے لوگوں کے ناقابل اعتبار ہونے کی بنا پر قبل از وقت سمجھ کر ملتی کرنا بہتر سمجھا گیا۔

جس طریق کار کے مؤثر ہو سکنے کی طرف اشارہ ہے وہ نہ ہی روحانی پسلوکو  
مد نظر رکھ کر تحریک کی ابتداء کرنا ہے۔“

علامہ کے خط کے بین السطور سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ علامہ اس اسکیم کے معاملے میں رازداری چاہتے تھے۔ انہیں اندازہ تھا کہ یہ منصوبہ اگر طشت از بام ہو گیا تو ابتدائی مرحلے پر ہی اس کی بساط پیٹ دینی پڑے گی۔ انہیں خوب اندازہ تھا کہ ان کی انقلاب آفرین ملی شاعری کے باعث انگریزان سے خدشہ محسوس کرتا ہے اور ان کے اپنے

قریبی ساتھیوں کے ذریعے سے ان کی نگرانی کرائی جاتی ہے۔ چنانچہ احتیاط کے پیش نظر اس خط میں انہوں نے محض اشاروں کنایوں پر ہی اکتفا کی ہے۔

اس کے بعد چند ماہ کے اندر اندر علامہ اقبال نے ڈاکٹر سید ظفرالحسن کو یکے بعد دیگرے کئی خطوط لکھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ اس جماعت کی تشکیل اور اس معاملے کو آگے بڑھانے میں غیر معمولی وچکی لے رہے تھے اور ان کا ذہن اس مسئلے پر غور و خوض سے کبھی فارغ نہ ہوا تھا۔ ۱۳۰ دسمبر ۱۹۴۲ء کو جو خط ڈاکٹر ظفرالحسن کو موصول ہوا اس کی نقل درج ذیل ہے :

”لاہور۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۲ء“

ڈیر ڈاکٹر صاحب!

السلام علیکم! جس تجویز پر ہم نے لاہور میں گفتگو کی تھی اس کو مر صاحب ایڈیٹر انقلاب نے بہت پسند کیا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی فہرست تیار کروائیں گے جن کو اس سے اتفاق ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اور لوگ بھی تیار ہیں۔

امید ہے آپ نے بھی اپنے احباب سے گفتگو کی ہو گی۔ نتیجے سے مجھے وقاوی قاتا اطلاع دیتے رہئے۔

امید ہے کہ آپ کامزار خیر ہو گا۔

محمد اقبال“

ٹھیک تین ماہ بعد علامہ کی طرف سے ایک اور خط ڈاکٹر سید ظفرالحسن کے نام موصول ہوا۔ اس دوران علامہ اقبال نے اس ضمن میں ایک اور ہامور علمی شخصیت ڈاکٹر عبدالجبار خیری سے جو خود ڈاکٹر ظفرالحسن کے قربی ساتھیوں میں سے تھے، متعدد ملاقاتیں کیں اور ان سے اس خاص موضوع پر مفصل گفتگو کی ( واضح رہے کہ بعد میں ڈاکٹر عبدالجبار خیری کامولانا مودودی مرحوم سے بھی قربی رابطہ رہا، اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت ایسے کے قیام کے لئے جماعت اسلامی کا خاکہ مرتب ہونے میں خیری صاحب کے اثرات کو عمل دخل حاصل تھا)

"لاہور - ۶ مارچ ۱۹۳۳ء"

### ڈیڑھ فرالحسن

آپ کا خط مجھے آج صبح دہلی سے واپس آنے پر ملا۔ الحمد لله کہ آپ خیریت سے ہیں۔ میں نے دہلی میں ساتھا کہ سید راس مسعود وہاں ہیں، مگر وقت نہ تھا کہ ان سے مل سکوں۔ افغانستان میں اس وقت حالات اچھے نہیں تھے۔ تاہم وہاں سے جب اطلاع آئے گی عرض کروں گا۔ بھی بھی میں ان کے قونصل سردار صلاح الدین سلوتوں سے بھی گفتگو ہوئی تھی۔ وہ شاید اس سے پہلے بلاتے مگر میں ہندوستان میں نہ تھا۔

انگستان جانے سے پہلے میں نے آپ کو اس تحریک کے متعلق لکھا تھا جس کا ذکر یہاں لاہور میں ہوا تھا۔ کہنے آپ کے مولوی عبدالجبار صاحب کے حالات کیا ہیں۔ اگر آپ صاحبان نے اس پر مزید غور کیا ہو تو مطلع فرمائیے۔ امید ہے کہ آپ کامزاج بخیر ہو گے۔ سید راس مسعود صاحب کی خدمت میں سلام عرض کیجئے۔

محمد اقبال لاہور"

صرف ۱۳ دن کے وقفے کے بعد علامہ نے ڈاکٹر سید ظفرالحسن کو ایک اور خط ارسال کیا۔ اس خط میں علامہ مجوہ جماعت کے بارے میں بھی پر امید نظر آتے ہیں اور عالم اسلام کے مستقبل کے بارے میں بھی۔ خط کی عبارت ملاحظہ ہوا

"۱۹ مارچ ۱۹۳۳ء"

### ڈیڑھ اکٹھ صاحب

السلام علیکم ।

آپ کا خط مل گیا ہے جس کے لئے سراپا پاس ہوں۔ میں نے افغانستان پیغام بھیج دیا ہے، جواب آنے پر مطلع کروں گا۔ میرے خیال میں وہ تجویز نہایت اچھی تھی اور اس قابل ہے کہ اسے جامہ عمل پہنایا جائے۔ خیری صاحب مجھ سے دہلی میں ملے تھے۔ معلوم ہوتا ہے وہ اس تجویز کو فراموش کر چکے ہیں۔ مگر میرا عقیدہ ہے کہ ایک اچھی جماعت اس کے لئے تیار ہے۔

ممالک اسلام میں بیداری کی لہر دوڑ رہی ہے، خصوصاً ممالک عرب میں۔ یورپ میں باوجود سیاسی انہاک کے اسلام کے متعلق بے انتہا چیزی پیدا ہو رہی ہے۔ ہسپانیہ کے عربی الاصل لوگوں میں ایک نیا قومی شعور پیدا ہو رہا ہے۔ وسطیٰ یورپ میں اسلام کے متعلق بے انتہا چیزی بالخصوص بڑھ رہی ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام کا اصل کام یعنی مشرق و مغرب کا انہی ممالک سے شروع ہو گا۔ افسوس میرے پاس روپیہ نہ تھا ورنہ ان ممالک کا سفر بھی کرتا۔ امید ہے کہ آپ کام زاج بخیر ہو گا۔

خلاصہ محمد اقبال

اس کے قریبًا دو ماہ بعد ۱۹۲۷ء میں کوعلامہ اقبال کو ڈاکٹر سید ظفر الحسن کی جانب سے ایک مفصل خط موصول ہوتا ہے جس میں اس اسکیم کو فوری طور پر عملی جامدہ پہنانے کے ضمن میں ایک معین تجویز کا بھی ذکر ہے اور جماعت کی تنظیمی بیت سے متعلق بعض مزید تفاصیل بھی مذکور ہیں۔ اسی طرح ابتدائی نقشہ کار کا ایک اجمالی خاکہ بھی اس خط کے ذریعے سامنے آتا ہے۔ خط کے ساتھ ایک الگ کاغذ پر اس حلف یا بیعت کے الفاظ بھی علامہ کے ملاحظے اور مشورے کے لئے درج کئے گئے تھے جو امیر ہر کن سے لے گا۔ اس اہم خط کا متن حصہ ذیل ہے:

”۱۹۲۷ء میں“

بخدمت ڈاکٹر سید محمد اقبال

محترم تعلیم!

میں اسی خیال میں اب بھی غلطان و پیچاں ہوں جس کی گفتگو سال گز شدہ کشمیر سے لوٹنے ہوئے لاہور میں آپ سے ہوئی تھی۔ اس کے مناسب جو تعلیم و تربیت نوجوانوں کو زمانہ تعلیم میں دی جا سکتی ہے یہاں جاری کر دی ہے۔ باہر بھی کام شروع ہو جانا چاہئے۔ اس کے متعلق مجھے آپ سے کلی اتفاق ہے کہ دس بارہ ہم خیال اور ممتاز مسلمان ایک جگہ جمع ہو جائیں اور ایک امیر منتخب کر لیں اور دنیا میں اس کا اعلان ہو جائے۔

اس غرض کے لئے میں نے ایک تحریر لکھی ہے جو آپ کے ملاحظہ کے لئے  
ملفوظ ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ یہ تحریر نیز دیگر ضروری ہدایات لے کر میرنیرنگ  
پنجاب کے دورے کے واسطے اٹھیں اور اہل لوگوں سے جا بجا ملیں اور بالشافہ گفتگو  
کریں۔ اس سلسلے میں غالباً وہ آپ سے خط و کتابت بھی کریں گے اور آپ کی  
خدمت میں بھی آئیں گے تاکہ مفصل گفتگو ہو جائے۔

دو کاغذ اور ملفوظ ہیں ایک میں تو وہ حلف یا بیعت ہے جو امیر ہر رکن سے لے  
گا۔ دوسرے میں وہ وعدے ہیں جو غایت قصویٰ کو حاصل کرنے کے لئے فی الحال  
جملہ ارکان سے لینے چاہئیں۔

میری رائے میں ارکان کی دو قسمیں ہوں گی، عام اور خاص۔ عام سے بیعت  
اس پر لی جائے گی کہ وہ مسلمانوں کے عروج و اقبال کو اپنی غایت بنائیں گے اور  
خواص وہ ہوں گے جو راز کے متحمل ہو سکیں۔ انہیں عروج و اقبال کے اصلی معنی  
سمجھا دیئے جائیں گے۔ عمدہ دار اور کارکن خواص میں سے ہوں گے۔ خواص ہی  
میں سے مجلس شوریٰ ہوگی۔ مجلس شوریٰ محض ایک مشاورتی جماعت ہوگی۔ نصل  
امور کا حق اصولاً فقط امیر کو ہو گا یعنی امیر انتخاب سے ہو گا لیکن اختیارات اس کے  
تمام ہوں گے۔

امیر کا عزل و نصب ایک نہایت اہم مسئلہ ہے۔ اس کی صورت ایسی ہوئی  
چاہئے جس میں جمورویت فرنگ کے مفارکم سے کم ہوں اور ادائیگی اسلام کی  
روایات زیادہ سے زیادہ۔ بہت سی ردودِ قدر اور غور و فکر کے بعد جو اس کی صورت  
مجھ میں آئی ہے وہ بھی میرنیرنگ آپ سے عرض کریں گے۔

کام کو پنجاب سے شروع کرنا چاہئے، جب وہاں کچھ تقویت پکڑ جائے تو فوراً  
سندھ، سرحد اور بلوچستان میں بھی شروع کر دیا جائے۔

پنجاب کا امیر، امیر لاہور کہلانے کیونکہ اس میں گنجائش رہے گی کہ حسب  
ضرورت اس کا احاطہ اقتدار و سیع کیا جاسکے۔ غالباً اسے ہی آئندہ سب مسلمان  
صوبوں کا امیر بنانا ہو گا۔

جماعت کا نام جماعت مجاهدین بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ملک کی سیاستیں میں اس

وہ ت یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تمام مسلمان صوبوں یعنی پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان نیز بنگال کے مابین مقامہت کو اپنا نصب العین بنائیں۔ زیر تجویز سکیم کے جاری ہو جانے کے بعد کوئی مناسب موقعہ نکال کر پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان کی ایک فیڈریشن بنانے کو اپنا نصب العین بنالیں جو باقی ہندوستان سے بالکل عیحدہ ہو یعنی جس کی فوج خزانہ وغیرہ اپنا ہو۔

جماعت کا سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کی فوجی تنظیم بہت تیزی کے ساتھ کریں جائے یعنی قوائے جسمانی کی درستی۔ لکڑی اور ہتھیار چلانے کی قابلیت بہتر اجتماعی اور انفرادی مدافعت و محارحت کے طریقے مسلمانوں میں عام ہو جائیں اور وہ سب ایک نظم میں منضبط ہوں تاکہ انہیں دیانا اور مٹانا آسان نہ رہے۔

اس کے ساتھ ہی بعض اصولی اصلاحیں مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشرتی زندگی میں ضروری ہیں اور ان کے تحت میں اخلاقی اور روحانی اصلاحیں۔  
رأی عالی سے مطلع فرمائیے۔ میں ابھی چند دنوں تک یہاں ہوں۔

**والسلام ظفر الحسن**

اب تک کی خط و کتابت سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ معاملہ بتدریج آگے بڑھ رہا تھا۔  
تشکیل جماعت کے ابتدائی مراحل طے کر لئے گئے تھے اور اب یہ قافلہ جادہ پیائی کے لئے پرتوں رہا تھا۔ لیکن اس کے بعد ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب کی روایت کے مطابق ایک خاص سبب سے ڈیڑھ پونے دو برس کا عرصہ تعطل کا گزر رہا ہوا یہ کہ اس دوران افغانستان کے فرمازرو اغازی نادر خان نے افغانستان میں تعیینی اصلاحات کا اعلان کیا۔ نادر خان نے یہ طے کیا کہ یہ اصلاحات علامہ اقبال، سر راس مسعود اور علامہ سید سلیمان ندوی کے مشورے پر بنی ہوں گی۔ چنانچہ علامہ کو اس ضمن میں مذکورہ حضرات کے ساتھ کابل کا سفر کرنا پڑا۔ آپ کچھ روز وہاں قیام پذیر بھی رہے۔ اس وقت کی واپسی کے کچھ ہی عرصہ بعد کابل سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی کہ نادر شاہ بھرے دربار میں شہید کر دیئے گئے۔ چنانچہ اس کے بعد کچھ عرصہ افسروگی اور خاموشی کا گزر را جس کے دوران "جماعت مجاہدین" کے باب میں کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ پھر اغلب ۱۹۳۷ء کے اوائل میں میر سید

غلام بھیک صاحب نیرنگ نے جو تشکیل جماعت کے ضمن میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن کے ہم خیال تھے، سلسلہ جنسانی کیا جس کا اندازہ علامہ کے نام میر صاحب کے اس خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے ۱۵/جنوری ۱۹۳۵ء کو انبالہ سے تحریر کیا:

”مکرمی ڈاکٹر صاحب“ السلام علیکم  
 کاغذات مرسلہ کی رسید پہنچ گئی۔ آپ کی تحریر کردہ باقی ماندہ کاغذات کی  
 ملاش کی تودہ مل گئے۔ علیحدہ رکھے ہوئے تھے۔ وہ بھی بھیجا ہوں۔  
 آپ کا روایتی سمجھتے۔ میں تو اب بے حد بے فرصت ہو گیا ہوں۔ مسودات کی  
 تیاری خود آپ کی ہدایت سے آپ کے رو برو ہوئی چاہئے۔ البتہ کسی وقت حسب  
 ضرورت میں لاہور حاضر ہو سکتا ہوں۔ ڈاکٹر ظفر الحسن صاحب کو بھی لکھ لجھتے کہ  
 بوقت ضرورت آنے کو آمادہ رہیں۔ زیادہ نیاز۔  
 و السلام

بندہ غلام بھیک نیرنگ

۱۵-۱-۳۵

حضرت علامہ کی جانب سے اس خط کافوری رد عمل ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب کے  
 نام ان کے اس خط کی صورت میں ظاہر ہوا جو ۱۹۳۵ء کا تحریر کردہ ہے۔ اس خط  
 سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ اس دوران میں علامہ کے ایک عقیدت مند خواجہ عبدالوحید  
 صاحب نے علامہ ہی کے ایسا پر بعض احباب کے ساتھ مل کر جماعت مجاہدین، علی گڑھ کے  
 طرز پر لاہور میں جمیعت شبان المسلمين ہند کی تائیں کے منصوبے پر کام کا آغاز کر دیا تھا۔  
 (اس کی تفصیل ہمارے اس بیان میں ذرا آگے چل کر آئے گی) علامہ لکھتے ہیں:

”ڈیڑھ ڈاکٹر صاحب  
 السلام علیکم

معاملہ معلومہ کے متعلق میر صاحب نے ان بالے سے تمام کاغذات مجھے بھیج  
 دیئے ہیں، کچھ باقی رہ گئے وہ بھی آج مل گئے ہیں۔ اگر آپ کے غور و فکر کا کچھ مزید  
 نتیجہ نکلا ہو وہ بھی لکھ کر ارسال کر دیجئے۔ شاید خواجہ وجید صاحب نے آپ کو لکھا  
 ہو گا۔ یہاں کے لوگوں نے بھی تجویز کا بڑی گریجوٹی سے خیر مقدم کیا ہے۔ اگر کوئی

اچھی جمعیت پیدا ہو گئی تو میں آپ کو اور میر صاحب کو چند گھنٹوں کے لئے لاہور آنے کی تکلیف دوں گا۔ آپ اس مم کے لئے آمادہ رہئے۔ پچھے کی دعا

محمد اقبال لاہور

"اج扭ری ۱۹۳۵ء"

ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب نے بھی حضرت علامہ کے اس خط کا جواب تحریر کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی۔ ان کے جوابی خط پر ۱۹ جنوری کی تاریخ درج ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس روز علامہ کا خط انسیں موصول ہوا اسی روز انہوں نے مفصل جوابی خط پر داک کر دیا۔ اس خط میں جماعت مجاہدین کی تنظیمی بیت کے شمن میں بعض مزید تفصیلات بھی نہ کوئی تھیں۔ خط کا متن درج ذیل ہے :

"۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء"

محترم۔ تسلیم

خواجہ وحید صاحب کی تحریر سے ایک شایدہ سا پیدا ہوا تھا۔ آپ کے کارڈ نے جان ڈال دی۔ خدا کرے یہ کام ہو جائے۔ میں ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ آؤں گا اور ایک لفڑی میں امیر کے حضور میں نذر گزاروں گا۔

ڈیڑھ دو سال سے منتظم طور پر کام ہو رہا ہے۔ اس کا پہلو تلقین ہے۔ خیالات کی ایک محدود اور منتخب جماعت خاص ہن گئی ہے مگر نشر خیالات عام ہے۔ پس اندر میں اثناء ہم اسی پہلو سے غور بھی کرتے رہے ہیں۔ اس لئے کوئی نئی بات عرض نہیں کر سکتا۔

ڈھائی سال ہوئے بہت غور و تمجیس کے بعد ایک پورا نظام تجویز کیا تھا۔ اس کی تدوین خیری صاحب کے سپرد ہوئی۔ وہ ذرا ناکمل رہ گئی اور اس میں عربی مصطلحات کا ذکر زیادہ آگیا۔ اس پر نظر ڈال کر بذریعہ رجسٹری آپ کی خدمت میں بھیجا ہوں۔ نقل کروالیں اور اصل مجھے واپس فرمادیں۔

اس سلسلے میں چند امور عرض کر دوں جو ان کا نزدات میں نہیں ہیں :

۱۔ فداکاروں کی ایک جماعت خفیہ ہو گی جو امیر کے ہاتھ میں تکوار کی طرح کام کرے گی۔ اس کا نظام بہت سوچ کر طے ہو گا۔ اس پہلو پر ارشاد ہو تو اپنے

اور خیری صاحب کے خیالات عرض کروں گا۔

۲ - ارکان خاص میں وہ لوگ نہیں لئے جائیں گے جن کے اصول مذہبی اس جماعت کے اصول کے منافی ہیں، مثلاً قادریانی۔

اگر ارکان خاص میں انکالیدنا نظریہ مصلحت سے جائز رکھا جائے تو یہ ایک وقتنی ہنگامی، افطراری امر کی طرح ہونا چاہئے کہ یہ لوگ امیر جماعت ہندو غیرہ نہیں، بن سکتے اور نہ اس کی جماعت عالمہ میں لئے جائیں گے اور نہ فداکاروں میں۔ ایک مختصر ساختہ بھی میرے پاس جمع ہے۔

اعضاۓ عام یعنی ارکان عام سے بیعت کی صورت... خدا کو حاضر و ناظر جان

کر پورے صدق اور تسلی سے عمد کرتا ہوں کہ :

○ ہندوستان میں مسلمانوں کا عروج و اقبال ہمیشہ میری غایت ہو گی اور اس غایت کو حاصل کرنے کے لئے میں اپنی جان، مال، آسائش اور عزت سب کچھ قربان کرنے کو ہمیشہ تیار اور آمادہ رہوں گا۔

○ اس غایت کو حاصل کرنے کے واسطے جو حکم امیر مجھے دے گا اس کی بے چون و چرا بدلت و جان تعمیل کروں گا۔

اعضاۓ خاص سے جو بیعت خاص لی جائے گی اس میں غایت ہو گی "اسلامی اصول پر حکومت قائم کرنے کی"۔ باقی دہی جو اعضاۓ عام کی بیعت میں ہے۔ میں نے آغا خان سے بھی اس باب میں چھیڑ چھاڑ شروع کی تھی۔ اپنے اور ان کے خط کی نقل ملفوف کرتا ہوں، ان تلوں میں کچھ تبلی ہوتا نکالا جائے۔

بچہ (احمد) سلام عرض کرتا ہے اور آپ کو اکثر یاد کرتا رہتا ہے۔ بانگ درا کو بست شوق سے پڑھتا ہے۔ سمجھ میں آئے یانہ آئے۔

"خادم، ظفر"

اپنے اس خط کے آخر میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن نے ایک نوٹ کا اضافہ بھی کیا تھا۔ یہ نوٹ بھی چونکہ ہمارے اعتبار سے بست اہمیت کا حامل ہے لہذا اس سے بھی ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے :

"نوٹ : ہماری غایت اصل میں سارا عالم ہے مگر بہ ضرورت وہ اس تدریج کے ساتھ محدود ہوتا چلا جاتا ہے۔

دنیا۔ دنیاۓ اسلام، ہندوستان، مسلم انڈیا (اسلامی ہند) شمال مغربی ہند۔ پس عملاء میں معکوس تدریج سے اپنی عایت کو وسعت دیتے رہنا ہو گا۔  
 ۱۔ شمال مغربی ہند ۲۔ بنگال آسام ۳۔ شمالی ہند  
 ۴۔ ہندوستان ۵۔ دنیاۓ اسلام ۶۔ دنیا۔

یہ تنظیم پہلے پنجاب اور پھر صوبہ سرحد، سندھ، بلوچستان سے چلے گی۔  
 یہاں کام پوری طرح مشتمل ہو جائے تو پھر یاتی شمال و مشرقی ہندوستان یعنی صوبہ متحده، بہار، بنگال و آسام میں پھیلایا جائے، اس کے بعد جنوبی ہند میں۔  
 تحریک کے غیر فرقہ وارانہ کروار کو اول دن سے قائم رکھنا چاہئے تاکہ کبھی یہ تحریک فرقہ واریت کا شکار نہ ہونے پائے اور شمال مغربی ہند میں کام شروع ہونے کے بعد جلد شمال مشرقی اور جنوبی ہند میں شروع کر دیا جائے۔



علامہ اقبال اور ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب کی اس باہمی خط و کتابت اور بالخصوص ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب کے نام حضرت علامہ کے مذکورہ بالا خط (مرقومہ ۷/ جنوری) اور ڈاکٹر ظفر الحسن صاحب کی جانب سے اس کے مفصل جواب کو اگر بیک نگاہ سامنے رکھا جائے اور ان خطوط کے متون کے ساتھ ساتھ ان کے میں السطور عبارتوں کو بھی اگر پڑھنے کی کوشش کی جائے تو درج ذیل امور نکھر کر سامنے آتے ہیں :

(۱) حضرت علامہ اور ڈاکٹر سید ظفر الحسن، دونوں اس کام کو آگے بڑھانے اور بھرپور جماعتی جدوجہد کا آغاز کرنے کے لئے بے ثاب تھے۔

(۲) لاہور میں علامہ اپنے طور پر، اپنے ایک قربی ساتھی اور عقید تند خواجہ عبدالوحید صاحب کے ذریعے جنوری ۱۹۳۵ء میں فدائیں کی ایک جماعت کی ترتیب و تشکیل کے کام کا آغاز کر چکے تھے۔

(۳) جماعت مجاهدین علی گڑھ نے اس سے ڈیڑھ دو سال قبل ابتدائی سطح کی دعوتی سرگرمیوں کا آغاز منظم انداز میں کر دیا تھا۔ تاہم ڈاکٹر سید ظفر الحسن اس بات کے

۳۔ یعنی موجودہ پاکستان جس کی "بھارت" حضرت علامہ نے خطبه الہ آباد میں دی تھی۔

شدت کے ساتھ متنی تھے کہ سالار قافلہ کے طور پر علامہ اقبال قیادت و رہنمائی کے منصب پر فائز ہوں تاکہ انکے زیر امارت اس کام کو بھرپور اور موثر انداز میں آگے بڑھایا جاسکے۔ چنانچہ ڈاکٹر سید ظفر الحسن نے اپنے خط میں اپنی جس خواہش کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ : ”خدا کرے یہ کام ہو جائے۔ میں ایک نہیں ہزار دفعہ آؤں گا اور ایک نظم میں امیر کے حضور نذر گزاروں گا“ اس کی وضاحت میں ڈاکٹر بہان احمد فاروقی لکھتے ہیں : ”امیر کی خدمت میں جو نظم پیش کرنے کے لئے کہا گیا تھا اس کے نذر کرنے کی نوبت اس لئے نہ آسکی کہ علامہ اقبال کی صدارت میں اس جماعت کا قیام اور اس کے قیام کا اعلان ملتی ہو تارہا۔“ گویا یہاں ”امیر“ سے مراد خود حضرت علامہ ہیں۔

(۳) اس جماعت کے بارے میں یہ طے کر لیا گیا کہ یہ صحیحہ اسلامی اصولوں یعنی نظام بیت پر استوار ہو گی جس کے ارکان کے لئے امیر کے ہر حکم کی بے چون و چرا اور بہ دل و جان اطاعت لازم ہو گی۔ گویا ”سمع و طاعت“ کا اصول اپنی حقیقی صورت میں یہاں نافذ و جاری ہو گا۔ گو ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب کے خط میں ”سمع و طاعت“ کے ساتھ ”في المعروف“ کی شرط نہ کوئی نہیں ہے، تاہم ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اتنی میں حقیقت ہے کہ اس کی صراحت کی ضرورت انہوں نے محسوس نہیں کی اور اسے از خود شامل سمجھا۔

(۴) مجوزہ جماعت کے بارے میں یہ بھی طے کیا گیا کہ اس میں امیر کو کلی اختیارات حاصل ہوں گے۔ مجلس شوریٰ کا کام فقط مشورہ دینا ہو گا نہ کہ کثرت رائے سے فیصلہ کرنا۔ نیز یہ کہ امیر کو مجلس شوریٰ کی تمام تحریکوں اور فیصلوں کو بر طرف کر دینے کا اختیار بھی حاصل ہو گا جسے عرف عام میں ”ویٹو“ (VETO) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۵) ”صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم“ کے مصدق اس جماعت میں نداکاروں کی ایک خفیہ جماعت امیر کے ہاتھ میں تکوار کی طرح کام کرے گی۔ اور اس جماعت میں ارکان دو طرح کے ہوں گے : (i) عام ارکان اور (ii) ارکان خاص۔

(۶) اگرچہ اس جماعت کے تمام ارکان ہندوستان میں مسلمانوں کے عروج و اقبال کی

خاطرا پناتن من دھن چھاور کرنے کا عمل اور امیر کے ہاتھ پر سمع و طاعت کی بیعت کریں گے، تاہم اس جماعت کی ریڑھ کی ہڈی کا مقام ارکان خاص کو حاصل ہو گا۔ ان سے جو بیعت لی جائے گی اس میں غایت اور مقصود کے طور پر "ہندوستان میں مسلمانوں کے عروج و اقبال" کا ذکر نہیں ہو گا بلکہ "اسلامی اصولوں پر حکومت قائم کرنا" غایت کے طور پر متصور ہو گا۔

(۸) جماعت کے تمام اہم مناصب صرف ارکان خاص کے لئے مخصوص ہوں گے اور "فراداروں" کی جماعت بھی انہی میں سے ترتیب دی جائے گی۔

(۹) جماعت مجاہدین علی گڑھ کے پیش نظر اصلاً پوری دنیا میں اسلامی اصول پر حکومت قائم کرنا یعنی دین حق کا عالمی غلبہ تھا، لیکن ظاہربات ہے کہ جماعت کے موسمین اس بات کو بخوبی جانتے اور سمجھتے تھے کہ یہ کام مرحلہ وار ہتھی ممکن ہے۔ اس کا آغاز کسی ایک خطے سے ہو گا اور پھر یہ معاملہ بتد رنج و سعث پذیر ہو گا۔ چنانچہ یہ اسی حقیقت پسندی کا مظہر ہے کہ ڈاکٹر سید ظفرالحسن نے اپنے لئے کام کی جو ترتیب معین کی اس میں انہوں نے اپنا ہدف اول شمال مغربی ہند کو قرار دیا ہے۔ اس حد تک غایت کی تحریک کے بعد بنگال و آسام تک اس کام کو وسعت دینا، پھر شمالی ہند تک، اس کے بعد پورے ہندوستان پر، پھر دنیا نے اسلام پر اور آخر میں پوری دنیا پر اسلامی حکومت کا قیام ان کے پیش نظر تھا۔

گویا ایک اصولی اسلامی جماعت کا مکمل نقشہ ہم اس خاکے میں دیکھ سکتے ہیں۔ اور ہمارے لئے نہایت اطمینان کی بات یہ ہے کہ تنظیم اسلامی کی اٹھان بھی بحمد اللہ تقریباً انہی خطوط پر ہوئی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ طریق تنظیم برادر اہل راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و سیرت اور اسلام کے قرن اول سے ماخوذ ہے، اور ہمیں خوشی ہے کہ حکیم الامت اور مجدد فکر اسلامی، علامہ اقبال اور ان کے نیازمند ڈاکٹر سید ظفرالحسن نے بھی جو خود اپنی جگہ علم و فضل کا کوہ ہمالہ تھے، نظام بیعت و امارت ہی کو صحیح اسلامی اصول جماعت قرار دیا۔ یہی نہیں بلکہ جماعت کی تنظیمی بیت سے متعلق تفصیلی خاکہ جو انہوں نے مرتب کیا وہ بھی بہت سے اعتبارات سے حیرت انگیز طور پر تنظیم اسلامی کے نظام کے مشابہ اور

مماشی ہے۔ گویا ”تفق گر دید رائے بوعلی بارائے ما“۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت علامہ کی حیات کے اس اہم گوشے اور ایک اسلامی انقلابی جماعت کی بیت تنظیمی کے بارے میں حضرت علامہ کے خیالات و نظریات سے تنظیم اسلامی کے امیر اور ان کے ساتھی تا حال بے خبر تھے، اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کی یہ وقیع تصنیف اگر منظر عام پر نہ آتی تو آئندہ بھی شاید ہمیشہ کے لئے بے خبری رہتے۔ اس کے باوجود اکثر جزئیات تک میں کامل اتفاق کا پایا جانا انتہائی حیران کن ہے اور یعنی طور پر اس امر کا مظہر ہے کہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کو علامہ اقبال کے ساتھ صرف ذہنی و فکری ہی نہیں ایک خصوصی روحانی نسبت بھی حاصل اُدھر علی گڑھ میں ڈاکٹر سید ظفرالحسن<sup>۱)</sup>، حضرت علامہ اقبال کے افکار سے متاثر ہو کر ۱۹۳۲-۳۳ء میں جماعت مجاہدین علی گڑھ کے نام سے بیعت اور امارت کی بنیاد پر فداکاروں پر مشتمل ایک اصولی انقلابی جماعت کی داغ بیل ڈال چکے تھے اور حضرت علامہ کی جانب سے اس کام کی مکمل اور بھرپور تائید سے حوصلہ پا کرنہ صرف یہ کہ اسے زیادہ بھرپور انداز میں آگے بڑھانے اور وسعت دینے کے شدید آرزو مند تھے بلکہ اس بات کے بھی شدت کے ساتھ متنبی تھے کہ خود حضرت علامہ اس جماعت کی امارت کی ذمہ داری سنبحا لیں تاکہ ان کی قیادت اور رہنمائی میں مسلمانان ہند اپنے اصل ہدف یعنی ”اسلامی اصول پر حکومت قائم کرنے“ کی جانب مؤثر انداز میں پیش قدمی کر سکیں، اُدھر لاہور میں حضرت علامہ کے ایک اور عقیدت مند خواجہ عبد الوحید نے ۱۹۳۳ء کے لگ بھگ براہ راست حضرت علامہ کی رہنمائی میں ”جمعیت شبان المسلمين“ کے نام سے اسی طرز کی ایک جماعت کی تاسیس کی کوشش کا آغاز کر دیا۔ اس جماعت کی ضرورت و اہمیت کی وضاحت اور اس کے نقشہ کار پر مشتمل جواب اپنی دستاویز مرتب کی گئی وہ اس دستاویز سے بہت مشابہ تھی جو ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب نے جماعت مجاہدین علی گڑھ کے ابتدائی خاکے کے طور پر مرتب کی تھی (۱)۔ ڈاکٹر سید ظفرالحسن کے نام حضرت علامہ نے ۷ اجنوری ۱۹۳۵ء کو جو خط تحریر فرمایا تھا اس کے ان الفاظ میں کہ ”شاید خواجہ عبد الوحید صاحب نے آپ کو لکھا ہو گا“

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کی کتاب، علامہ اقبال اور مسلمانوں کا سیاسی نصب الحین،

یہاں کے لوگوں نے بھی تجویز کا گرم جو شی سے خیر مقدم کیا ہے، اگر کوئی اچھی جمیعت پیدا ہو گئی تو میں آپ کو اور میر صاحب کو چند گھنٹوں کے لئے لا ہو ر آنے کی تکلیف روں گا" اسی جانب اشارہ ہے۔ ان الفاظ کے میں السطور میں صاف پڑھا جاسکتا ہے کہ "جمیعت شبان المسلمين" کے قیام کی تجویز کو حضرت علامہ کی نہ صرف مکمل حمایت حاصل تھی بلکہ اس کے لئے تفصیلی نقشہ کار بھی علامہ کی براہ راست رہنمائی میں مرتب کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے بارے میں ڈاکٹر برہان احمد فاروقی لکھتے ہیں :

"علامہ اقبال نے اپنے مکتب گرایی مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۳۵ء میں خواجہ عبدالوحید صاحب کی جس تحریر کی طرف اشارہ کیا ہے وہ علامہ اقبال ہی کے ایماء سے جمیعت شبان المسلمين ہند کے نام سے ایک وسیع کارکن جماعت کے قیام کی ضرورت کے پیش نظر لکھی گئی تھی اور اس میں اس جماعت کے قیام کے لئے تائید طلب کی گئی تھی"۔

(علامہ اقبال اور مسلمانوں کا سیاسی نصب العین، ص ۲۵)

جماعت مجاہدین علی گڑھ کے دستور کی مانند اس تحریر یادستاویز میں بھی ایک اصولی اسلامی جماعت کا مکمل خاکہ موجود ہے۔ اس تحریر کے درج ذیل اقتباسات کو توجہ سے پڑھئے :

"قوم کی شیرازہ بندی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ افرادِ قوم کسی ایک فرد واحد کی زیر قیادت مصروف عمل ہونا گوارانہ کریں۔ یہی چیز تھی جس کی طرف ارکان اسلام میں سے اہم ترین رکن اماماز مسلمانوں کو لے جانا چاہتی ہے۔ کسی قوم کی تمام عملی زندگی کا خلاصہ ان ہی تین لفظوں "جماعت" "اہارت" اور "اطاعت" میں بیان کیا جاسکتا ہے اور جب تک یہ تنوں چیزوں کوئی قوم اپنے اندر پیدا نہ کرے اس وقت تک وہ قوم کھلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔"

"... آج مسلمانوں کی دنیوی اور اخروی نجات کے لئے وقت کی سب سے بڑی ضرورت ایک ایسی جماعت کا قیام ہے جس کے افراد ایک طرف آپس میں اخوت و اتحاد اور اشتراک عمل کا بہترین نمونہ اور دوسری طرف ایک امیر کی کامل اطاعت کا عملی ثبوت پیش کر سکیں۔"

مقام غور ہے کہ مندرجہ بالا اقتباسات مغربی طرز کی جمیوری جماعت پر منطبق ہوتے ہیں یا ایک اصولی اسلامی جماعت کی بہترین عکاسی پر مشتمل ہیں؟ یہ علامہ اقبال کی واقعیت پسندی کا بہت بڑا مظہر ہے کہ ریاست کی سطح پر جمیوری اقدار کے بہت بڑے حاوی ہونے کے باوجود اور اس امر کے باوجود صرف کہ وہ "ری پبلکن" طرز حکومت کو عصر حاضر کا ایک اہم تقاضا ہی نہیں اسلامی تعلیمات کے عین مطابق گردانتے ہیں، "اصولی اسلامی حکومت کے قیام" اور "اعلاء کلمۃ اللہ" کے لئے قائم ہونے والی جماعت کے بارے میں ان کا ذہن بالکل واضح تھا کہ ایسی جماعت کا قیام نہ صرف یہ کہ ایک ناگزیر ضرورت ہے بلکہ وہ جماعت یقین طور پر امارت اور بیعت کی بنیاد پر ہی استوار کی جاسکتی ہے۔ لیکن آج علامہ کے خواہ علم و دانش سے استخوان چننے والے بعض دانشوار ایسی جماعت کے قیام کی ضرورت و اہمیت ہی کے سرے سے منکر ہو گئے ہیں اور امارت اور بیعت کے الفاظ تو ان کے نزدیک گالی سے کم نہیں ॥ یہ نتیجہ ہے اس "فلکری توازن" کے فقدان کا جو حضرت علامہ کاطرہ امتیاز تھا۔ یہ امر واقع ہے کہ جو لوگ "عقل" کو اپنے اوپر حاوی کر کے عقل کی غلامی {۲} اختیار کر لیتے ہیں اور اسے "چراغ راہ" سمجھنے کی بجائے "منزل" {۳} قرار دے بیٹھتے ہیں وہ اسی نوع کے عدم توازن کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ایک اصولی انقلابی جماعت کے امیر کو کہنے صفات کا حامل ہونا چاہئے، اس بارے میں اس دستاویز میں شامل درج ذیل پیر اگراف اس کے مرتبین کے فلکری اعتدال اور فہم و بصیرت کا منہ بولتا ہوتا ہے۔ آپ بھی پڑھئے!

"محوزہ جماعت کا امیر کسی ایسے بزرگ کو منتخب کرنا چاہئے جو ایک طرف تعلیم و تدن اور تاریخ اسلام کا بہترین سمجھنے والا ہو اور دوسری طرف مغرب کی یا اسی چالبازیوں اور علمی بلند پروازیوں سے بھی پورا واقف ہو۔ جس کے دل میں قوم و ملت کا درود بھی موجود ہو اور جس کی ذات سے ایثار اور جاں فروشی کی توقع بھی ہو

{۲} "مُحْمَّد اَزْلٌ يَهْ مَحْمَّد سَ كَمَا جَرِيَّلَ نَهْ - جَوْ عَقْلَ كَ غَلَامَ ہُوْ وَهْ دَلَ نَهْ كَرْ قَوْلَ (اقبال)

{۳} گزر جا عقل سے آگے کے یہ نور - چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے (اقبال)

سکتی ہو۔ جس کا ایمان سلاطینِ زماں کے وبد بے اور شوکت سے متزال نہ ہو سکے اور جس کے عزائم میں غیرہدود حکومتوں کا جبر و ترکز دری پیدا نہ کر سکے۔ جس کے خزانہ معلومات میں مشرق و مغرب کے اخبارِ حکم موجود ہوں اور جس کے تدبیر و تنظر کی قرآن و سنت سے تصدیق ہوتی ہو۔ جب ایسا رہنا ایک جماعت کے ہاتھ آجائے تو اس کے افراط بلا خوف و خطر اپنے آپ کو اس کے پر دکر دیں۔“

تنظیمی بیت اور جماعتی ساخت کے اعتبار سے تنظیمِ اسلامی کا جمیعتِ شبانِ المسلمين ہند سے مماثل و مشابہ ہوتا تو بالکل واضح ہے ہی، انتخابی سیاست میں حصہ لینے یا نہ لینے اور قومی سیاسی امور پر اظہار رائے کرنے یا اس پر سکوت اختیار کرنے کے مسئلے میں بھی جمیعتِ شبانِ المسلمين ہند کی پالیسی نہایت حقیقت پسندانہ اور تنظیمِ اسلامی کی پالیسی سے پورے طور پر مشابہ اور ہم آہنگ تھی۔ اسی دستاویز کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو!

”... یہ جمیعت سردست کوئی سیاسی پارٹی نہ ہوگی اور نہ کوئی نسلوں اور انسپلی کے لئے امیدوار کھڑے کرے گی۔ مگر جونکہ قوموں کی اجتماعی حیات پر سیاسیات کا ایک گمرا اثر پڑتا ہے، اس لئے یہ جماعت ان تمام سیاسی امور میں مسلمانان ہند کی اجتماعی زندگی پر مؤثر ہونے کے لئے حسب تقاضائے وقت مسلمانوں کے سیاسی افکار کی تربیت کے لئے اپنی رائے کا اظہار کرتی رہے گی۔ اس طرح گونی الممال اسی جماعت کو سیاسیات میں عملی اقدام سے کوئی سروکار نہ ہو گا لیکن امیر جماعت کو اختیار ہو گا کہ یوقت ضرورت جماعت کو ایسے مقاصد کے لئے بھی تیار کرے۔“

اسی طرح جمیعت کے مجوزہ دستور میں امیر اور اس کے اختیارات کی تفصیل جن الفاظ میں درج کی گئی ہے ان سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ حضرت علامہ اور ان کے قریبی ساتھی ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت کے تقاضوں سے بخوبی یا خبراً اور اسلام کے تصور امارت کا صحیح ادراک رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

”پہلا امیر تاحیات امیر رہے گا۔

امیر کو اختیاراتِ کلی حاصل ہوں گے۔

امیر کے لئے لازم ہو گا کہ وہ ارکانِ اسلام کا پابند ہو اور سادہ زندگی برکرے۔

امیر مجلس شوریٰ کے نیکوں کی پابندی پر مجبور نہ ہو گا بلکہ ہر معاملے میں حکم ہو گا۔"

جماعت کے اندر مشورہ و مشاورت کی فنا کو برقرار رکھنے کی خاطر امیر کے بارے میں طے کیا گیا کہ وہ مجلس عاملہ کے اجلاس میں ایک عمد نامہ پر دستخط کرے گا جس میں یہ الفاظ بھی شامل ہوں گے :

"میں حتی الامکان ہر معاملے میں مجلس مشاورت کے مشورے سے کام کروں گا۔"

تاہم اس کے فوراً بعد دستور میں یہ صراحت بھی موجود ہے جو آج کے جمیعت پندوں کو بہت کھلکھلے گی :

"امیر مجلس مشاورت کے مشورے اور مجلس تنفیذیہ کی وساطت کے بغیر احکام صادر کر سکتا ہے۔"

(علامہ اقبال اور مسلمانوں کا سیاسی نصب العین۔ ص ۳۲)

ای طرح ارکان جماعت کے لئے جو عمد نامہ مرتب کیا گیا اس کے الفاظ بھی اس امر کا واضح طور پر پڑتے دیتے ہیں کہ یہ ایک صحیحہ اسلامی جماعت تھی جس کا قیام "اعلاء کلمۃ اللہ" کے لئے عمل میں آیا تھا۔ اس عمد نامہ کے چیدہ چیدہ لکات درج ذیل ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا تنظیم اسلامی کے دستور العمل ہی کو قدرے مختلف الفاظ میں پیش کیا گیا ہے :

○ میں اعلائے کلمۃ اللہ اور ہندوستان میں مسلمانوں کی بہتری کے لئے اپنی جان

مال، آسائش اور جاہ ہر چیز قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار اور آمادہ رہوں گا۔

○ ارکان اسلام اور اخلاق صالحہ کی پابندی کی پوری کوشش کروں گا۔

○ جماعت کے اجتماعات میں شامل ہو اکروں گا۔

○ جماعت کا اخبار باقاعدہ پڑھتا رہوں گا۔

○ کسی سیاسی جماعت میں بغیر اجازت امیر کے شامل نہ ہوں گا۔

○ اسلام کی تعلیم، تاریخ اور تدن کا مطالعہ کروں گا۔

○ غیر ضروری اور خلاف شریعت، مخرب اخلاق رسومات سے پرہیز کروں گا۔

○ امیر جماعت کے احکام (بالواسطہ یا بلاواسطہ) پر بے چون و چرا عمل کروں گا۔

○ میں اپنے بچوں (الاکوں اور لڑکیوں) کے تعلیم و تربیت صحیح اسلامی اصول کے مطابق کروں گا۔

○ میں ہر قسم کے صدقات جمیعت کے بیت المال میں جمع کروں گا۔ ”  
مجلس تنفیذیہ یا جسے آج کی اصطلاح میں مجلس عاملہ کہا جاتا ہے، کے بارے میں درج ذیل امور دستور میں طے کئے گئے :

○ اس مجلس کے تمام ارکان کا انتخاب امیر کرے گا۔

○ یہ مجلس، مجلس شوریٰ اور مجلس عامہ کے نیٹلوں پر عمل در آمد کرائے گی۔

○ تعداد ارکان سات ہو گی۔

○ کورم تین کا ہو گا۔

○ مجلس کا انتخاب سالانہ ہو گا۔ ”

ای طرح مجلس شوریٰ کے انتخاب اور اس سے متعلق دیگر اہم معاملات کے بارے میں جو امور طے پائے ان میں بھی مجلس تنفیذیہ کے انتخاب کی مانند ”امیر“ کو غیر معمولی اختیارات دیئے گئے ہیں۔ ملاحظہ کنجئے :

”۱۔ اس مجلس کے بیس ارکان ہوں گے۔

۲۔ دس ارکان کا انتخاب امیر کرے گا۔

۳۔ دس ارکان کا انتخاب مجلس عامہ کرے گی۔

۴۔ کورم سات کا ہو گا۔

۵۔ مجلس کا انتخاب سالانہ ہو گا۔

۶۔ یہ مجلس امیر کے حسب مذاجع ہو کر جماعت کے کاروبار کے متعلق مشورہ دے گی۔ ”

مالیات کے ضمن میں یہ طے پایا کہ ہر رکن جمیعت ہر ماہ کم از کم چار آنے جمیعت کے خزانے میں داخل کرے گا۔ یاد رہے کہ اس دور کے چار آنے قدر و قیمت کے لحاظ سے کم و بیش آج کے ۱۰۰ اروپیوں کے مساوی تو ضرور ہوں گے۔-----

جماعت کی مجلس عامہ اور سالانہ اجلاس عام کے بارے میں جو امور طے کئے گئے وہ

بھی یقیناً قارئین اور بالخصوص رفقاء تنظیم اسلامی کی دلچسپی کا موجب ہوں گے :

- ”۱۔ جماعت کا ہر کن مجلس عامہ کا رکن ہو گا۔
- ۲۔ یہ جماعت سال میں ایک بار لاہور میں اپنا اجلاس عام کرے گی۔
- ۳۔ سالانہ اجلاس لاہور کے علاوہ اور شرروں میں بھی ہو سکتا ہے۔“

یہ دستور بعض اعتبارات سے تشنہ محسوس ہوتا ہے، بالخصوص یہ اہم مسئلہ کہ جماعت کے اندر راظحاءِ رائے کے چند کون کون سے ہوں گے، مشاورت کا تفصیلی نظام کیا ہو گا اور اختلافِ رائے کا طریق کار اور Process کیا ہو گا۔ بھراللہ تنظیم اسلامی کے دستور العمل میں، جس کی تدوین میں اوقات اور صلاحیتوں کا اچھا خاصاً ثاثہ صرف ہوا، ان تمام گوشوں کا عمدہ طریقے پر احاطہ کیا گیا ہے اور وہ امور جو جمیعت شبان المسلمين ہند کے دستور میں تشریف آتے ہیں ان کی تلافی کا مکمل سامان بھی فراہم ہو گیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ علامہ اقبال کی تجویز کردہ یہ جماعت اگر اپنے سفر کا باقاعدہ آغاز کر دیتی اور کچھ عرصہ منزل کی جانب اپنا سفر جاری رکھتی تو وہاں بھی بتدریج ان تشنہ گوشوں کی تلافی کا سامان ہو جاتا۔



علامہ اقبال کی رہنمائی میں ”جمیعت شبان المسلمين ہند“ کے قیام کی تجویز کو تحریری شکل دینے اور اس کی تشکیل کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والے حضرت علامہ کے نوجوان ساتھی خواجہ عبدالوحید نے تحریک شبان المسلمين کے تعارف پر مشتمل اپنے ایک مضمون میں جو اقبال اکیڈمی پاکستان کے مجلہ ”اقبال رویویو“ کی جولائی ۷۶ء کی اشاعت میں شائع ہوا، بصرافت لکھا ہے کہ ”جماعت مجاہدین علی گڑھ“ اور ”جمیعت شبان المسلمين ہند“ دونوں جماعتوں کے قیام کا اصل مقصد ”اعلاء کلمۃ اللہ“ تھا {۲}، اور یہ کہ دونوں جماعتوں کے

{۲} اس امر کی بھرپور تائید دونوں جماعتوں کی اساسی دستاویزات اور دستور العمل سے متعلق تفصیلات بے بھی ہوتی ہے جن کا ذریعہ تفصیلی ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے۔ تاہم ہیرت ہوتی ہے کہ اس کھلی حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی بعض لوگ مصریں کہ ان جماعتوں کے قیام کا مقصد محض مسلمانان ہند کی سیاسی آزادی کا حصول تھا جو بالآخر مسلم لیگ کے ذریعے پورا ہو گیا۔۔۔۔۔ اسی طرح بعض حضرات کا خیال ہے کہ ان دونوں جماعتوں کے قیام سے علامہ اقبال کا حصہ محض ایک ”لپڑل انسٹی ٹوٹ“ قائم کرنا تھا۔۔۔۔۔ ناطقہ۔۔۔۔۔

سرکردہ افراد کے ذہنوں میں مشترک امیر کے طور پر اسی شخص کا نام تھا جس کے انقلاب آفرین افکار نے ان کے دلوں میں احیاء اسلام کی جو ت جگائی تھی، یعنی علامہ ڈاکٹر محمد اقبال۔ خواجہ عبد الوہید لکھتے ہیں :

”بیسویں صدی کے ربع اول میں اسلامیان ہند نے بڑی بڑی عظیم الشان تحریکیں چلائیں جن کا تعلق بر اہ راست بر طاقوی استعمار کے خلاف جدوجہد کرنے سے تھا۔ تحریک خلافت کے بعد مسلمانان ہند پر یاس و قتوطیت کا عالم چھا گیا۔ اس کے بعد مختلف مقامات کے حاس مسلمانوں میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جذبہ عمل بیدار ہوا۔ ۱۹۳۵ء کے لگ بھگ مختلف طرح کے لوگوں میں احیائے اسلام کے لئے سوچ بچار شروع ہو گئی تھی۔ علی گڑھ میں ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب صدر شعبہ فلفہ مسلم یونیورسٹی اور مشرقی پنجاب میں میر غلام بھیک نیرنگ جیسے لوگ اس موضوع پر سوچ بچار کر رہے تھے۔ اسی زمانے میں لاہور کے چند نوجوان بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔ ان سب لوگوں کے اس سوچ بچار کے لئے مرکزی شخصیت ایک ہی تھی، یعنی علامہ سر محمد اقبال“ چنانچہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ ان سے زبانی یا تحریری طور پر تبادلہ خیالات کر رہا تھا۔“



خواجہ عبد الوہید نے اپنے مذکورہ مضمون میں اپنی ذاتی ڈائری سے ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء سے لے کر ۱۲ ستمبر ۱۹۳۵ء تک کے عرصے میں پیش آنے والے وہ چیدہ چیدہ و اقتات نقل کئے ہیں جو جمعیت شبان المسلمين ہند کی تاسیس و تکمیل اور اس میں درجہ بدرجہ ہونے والی پیش رفت سے متعلق ہیں۔ ڈاکٹر بہان احمد فاروقی صاحب نے اپنی کتاب میں خواجہ صاحب کے مضمون میں شامل تمام تفصیلات درج کرنے کے علاوہ علامہ اقبال سے اپنی ان ملاقاتوں کا ذکر بھی کیا ہے جو انہوں نے اسی عرصے کے دوران ڈاکٹر سید ظفرالحسن

۔۔۔ سرگرمیاں ہے اسے کیا کئے ایہ طرز فکر صرف ان لوگوں کا ہو سکتا ہے جنہوں نے یا تو ڈاکٹر بہان احمد فاروقی کی کتاب کے محسن سرسری اور جزوی مطالعے پر اتفاقی ہے یا پھر جماعت امارت بیعت اور اطاعت امیر کے تصورات سے انہیں اس درجے زدنی بُعد ہے کہ ان سے برصورت انماض برئہ ان کی ایک نفیاتی ضرورت بن چکا ہے۔ واللہ اعلم।

صاحب کے خصوصی نمائندے کے طور پر حضرت علامہ سے کیں۔ زیر نظر مضمون میں ان تمام واقعات و تفصیلات کامن و عن بیان پیش نظر نہیں ہے، تاہم چیدہ چیدہ واقعات اور بعض اہم معاملات کا تذکرہ ضروری ہے۔

۲۸ فروری ۱۹۳۵ء کے حوالے سے اپنی ڈائری کے جو چند جملے خواجہ صاحب نے اپنے مضمون میں درج کئے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جمیعت شبان المسلمين ہند کا سارا نقشہ حضرت علامہ نے خود تجویز کیا تھا اور اسے انہی خطوط پر مرتب کیا تھا جن خطوط پر ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب نے جماعت مجاہدین علی گڑھ کو استوار کیا تھا۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں :

”کل رات صوفی صاحب کے ہاں (مراد ہیں صوفی غلام مصطفیٰ تبسم) اس غرض سے مجلس مشاورت منعقد ہوئی کہ سر محمد اقبال کے تجویز کردہ نظام شبان المسلمين پر غور کیا جائے۔ دراصل یہ سکیم جو ہمارے زیر غور ہے غلام بھیک نیرنگ اور ڈاکٹر سید ظفرالحسن کی تجویز کی ہوئی ہے؛ جس کا مقصد ہندوستان میں مسلمانوں کا عروج و اقبال ہے۔ افسوس ہے کہ ان دونوں کی طرف سے آئے ہوئے کاغذات ڈاکٹر صاحب کے پاس ہیں اور وہ بھوپال گئے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس مسئلے پر صحیح طور پر غور نہیں ہو سکتا۔“

۱۵ اپریل ۱۹۳۵ء کی ڈائری کے حوالے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ علامہ کی تجویز کردہ سکیم کو تحریری صورت میں مرتب کرنے کا کام خواجہ عبدالوحید صاحب نے سرانجام دیا تھا۔ اور حضرت علامہ کی ہدایت پر انہوں نے اس شمن میں ڈاکٹر سید ظفرالحسن اور میر غلام بھیک نیرنگ سے سلسہ جنبانی کا آغاز بھی کیا۔ ڈائری ملاحظہ ہو :

”۱۵ اپریل ۱۹۳۵ء۔ کل حسب الارشاد سر محمد اقبال ایک مضمون بجزء جمیعت شبان المسلمين تیار کیا اور دفتر جاتے ہوئے حضرت علامہ کو دکھایا۔ انہوں نے پسند فرمایا۔ دفتر میں مسٹر افضل بھٹی سے اس مضمون کی چار نکیں کرالیں۔ اب ان پر لوگوں کے دستخط کرائے جائیں گے۔ پھر دستخط کرنے والوں کا اجلاس ہو گا جس میں جمیعت کار سی طور پر قیام اور امیر کا انتخاب ہو گا اور اس کے بعد قیام و انتخاب کا اعلان کیا جائے گا۔“

جس زمانہ میں میرے احباب کی توجہ اس طرف ہوئی تھی ہم میں سے کوئی بھی اس حقیقت سے دافع نہ تھا۔ جب پہلی مرتبہ علامہ مرحوم سے اس بارے میں گفتگو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میر غلام بھیک نیرنگ اور ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب بھی ان خطوط پر سوچ رہے ہیں اور انہوں نے اپنے خیالات تحریر میں پیش بھی کئے ہیں۔ آپ لوگ ان سے خط و کتابت کر کے دونوں کی تجاویز حاصل کریں۔ چنانچہ میں نے ان دونوں بزرگوں سے خط و کتابت شروع کر دی.....”

☆ ☆ ☆

اپریل کے اوائل میں ڈاکٹر سید ظفرالحسن صاحب نے علی گڑھ سے اپنے دو ہونہار شاگردوں کو بطور نمائندہ لاہور بھیجا تاکہ وہ علامہ اقبال اور خواجہ عبدالوحید صاحب سے مل کر جمیعت شبان المسلمين کی مجوہہ سکیم کے بارے میں تفصیلی طور پر تبادلہ خیال کریں۔ علی گڑھ سے آنے والے ان دو صاحبان میں ایک ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب تھے جن کے ذریعے جماعت مجاہدین علی گڑھ سے متعلق جملہ معلومات ہم تک پہنچی ہیں اور دوسرے ڈاکٹر ایم ایم احمد صاحب تھے۔ ڈاکٹر سید ظفرالحسن نے اپنے ان دونوں شاگردوں کو یہ ہدایت بھی کی تھی کہ وہ حضرت علامہ کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ دونوں جماعتوں کے مشترک امیر کے طور پر جماعت کی امارت کی ذمہ داری قبول کریں تاکہ سب متحد ہو کر ایک امیر کی قیادت میں اس مبارک جدوجہد کا آغاز کر سکیں۔ ان دونوں حضرات کی حضرت علامہ اور خواجہ عبدالوحید صاحب کے ساتھ باقاعدہ میلنگ ۱/۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء کو علامہ کے مکان (جاوید منزل، واقع میوروڈ، لاہور) پر ہوئی۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی نے علامہ کے ساتھ اپنی اس اہم ملاقات کا ذکر بائیں الفاظ کیا ہے :

”۱/۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء کو راقم المحرف (برہان احمد فاروقی) اور ایم ایم احمد صاحب علامہ اقبال کی خدمت میں ان کے مکان جاوید منزل (واقع میوروڈ لاہور) میں حاضر ہوئے۔ مغرب کا وقت ”جمیعت شبان المسلمين“ کے بارے میں گفتگو کرنے کے لئے مقرر ہوا تھا تاکہ خواجہ عبدالوحید صاحب کو بھی مع، ن کے دوستوں کے بلا یا جا سکے۔

جب ہم سب حضرت علامہ کے مکان پر جمع ہوئے تو ایک ایسی تنظیم کی احتیاج اور اس کے قیام کی شرائط پر حضرت علامہ نے گفتگو شروع کی..... حضرت علامہ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اس کے روحانی پہلو کی تربیت بھی نہ ہو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس کے لئے تیار ہوں تب یہ پہلو ابتداء سے سامنے رکھا جاسکتا ہے کیونکہ مجھے یہ کہہ کریماں بھیجا گیا ہے کہ اگر آپ اس کے لئے تیار ہوں تو ابھی علی گڑھ جا کر ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب کو یہاں لا کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے آپ کی امارت میں جماعت کے قیام کا اعلان اخبارات میں کر کے کام شروع کر دیتے ہیں، مگر حضرت علامہ خاموش ہو گئے اور اگلے روز یعنی ۲۹ اپریل کو خواجہ عبدالوحید صاحب کے مکان پر مینگ ہوئی۔ اس مینگ میں جمیعت شبان المسلمين کے دستور کے بارے میں جملہ امور طے کئے گئے۔

☆ ☆ ☆

اس کے بعد اس معاٹے میں کیا پیش مرفت ہوئی، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی مرحوم نے اپنی اس کتاب میں اپنی جانب سے مزید کوئی تفصیل بیان نہیں کی، نہ ہی حضرت علامہ کے ساتھ اپنی ۲۸ اپریل ۱۹۳۵ء کی ملاقات پر کسی قسم کا کوئی تبصرہ کیا، تاہم انہوں نے تحریک شبان المسلمين کے بارے میں خواجہ عبدالوحید صاحب کے مضمون کے آخری حصہ کو جو ۲۱ اگست سے ۲۵ ستمبر ۱۹۳۵ء تک اور پھر ۱۲ مارچ ۱۹۳۶ء کی ڈائری سے ماخوذ یادداشتیوں پر مشتمل ہے، میں و عن نقل کر دیا ہے۔ خواجہ صاحب کی ڈائری کے ان اوراق کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۱ اگست ۱۹۳۵ء کو جمیعت شبان المسلمين کی بنیاد باضابطہ طور پر رکھ دی گئی تھی۔ اس موقع پر تمام ارکان نے اطاعتِ امیر کا عہد کیا اور امارت کے لئے متفقہ طور پر علامہ اقبال کا نام تجویز کیا گیا۔ خواجہ صاحب نے اپنی ڈائری میں ان حضرات کے نام بھی درج کئے ہیں جو شریک اجلاس تھے۔ ڈائری کا متعلقہ حصہ ملاحظہ ہوا

”۲۱ اگست ۱۹۳۵ء: ہمارے ہاں مجوزہ جمیعت شبان المسلمين کے ہمدردوں کا جلسہ ہوا جس میں جمیعت کی بنیاد رکھ دی گئی، نیزار کان نے تحریری طور پر اطاعتِ امیر کا عہد کیا اور جمیعت کی امارت کے لئے علامہ سر محمد اقبال ”کا اسم گراہی تجویز ہوا۔ نیز

جزل سیکرٹری کا کام ہاقب صاحب کے پرد ہوا اور خزانچی بدر صاحب مقرر ہوئے۔

آج ہمارے ہاں کا جلاس بہت کامیاب رہا، غیر معمولی رونق تھی، نذر یہ نیازی صاحب نے گفتگو کو بہت پر لطف ہنادیا۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر عبد الجید صاحب، ہاقب صاحب، افضل صاحب، بدر صاحب، طارق صاحب، ابوالخیر صاحب، پنی صاحب خواجہ غلام دیگر صاحب، ارمان صاحب بھی تھے۔“

۱۹۴۲ء کی ڈائری میں کوئی واقعہ تو نہ کوئی نہیں ہے، تاہم یہاں خواجہ صاحب نے حضرت علامہ کے بارے میں اپنا ایک تاثر درج کیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ احیاء اسلام کی آرزو اور اس کے لئے ندائیں کی ایک جماعت کی تشكیل کی خواہش حضرت علامہ ہی کے نہیں، خود ان کے اپنے دل میں بھی کس شدت کے ساتھ موجود تھی۔ لکھتے ہیں :

”۱۹۴۲ء: علامہ سر محمد اقبال“ کے دل میں اسلام کا جو درد موجود ہے اور اسلام کو دنیا میں اقبال اور سر بلند دیکھنے کا جو چذبہ ان کے قلب میں موجود ہے اس کے بروئے کار آنے کی شدید ضرورت ہے اور اس کی صورت یہی ہے کہ ان کے گرد ندایوں کا ایک ایسا گروہ جمع کر دیا جائے جو صدق دل کے ساتھ اپنے آپ کو ان کے پرد کر دینے پر آمادہ ہو۔ اس صورت میں ایک طرف خود حضرت علامہ اقبال کے دل و دماغ میں ایک ایسی حرکت پیدا ہو گی جو قوم سے کام لے سکے گی اور دوسری طرف وہ جماعت آپ سے وابستہ ہو چکی ہو گی جس میں زبردست قوتِ عمل بروئے کار آئے گی۔ خدا کرے کہ میرا یہ خواب سچا ثابت ہو اور نوجوانان اسلام کی شریعت دادیں ایک فعال جماعت کی صورت میں منتظم ہو جائیں۔“

یکم ستمبر کو جمیعت شبان المسلمين کے جلاس میں رکنیت فارم مطبوعہ شکل میں حاضرین میں تقسیم کئے گئے۔ اس جلاس میں یہ بھی طے کیا گیا کہ جمیعت کی طرف سے ایک وفد حضرت علامہ سے ملاقات کر کے انہیں اب تک کی پیش رفت سے آگاہ کرے تاکہ اب اس کام کو جلد از جلد، حضرت علامہ کی قیادت اور رہنمائی میں بھڑپور انداز میں آگے بڑھایا جاسکے۔ مطبوعہ فارم میں بھی امیر جماعت کے طور پر بصراحت حضرت علامہ ہی کا نام تجویز کے

انداز میں مذکور تھا۔ خواجہ صاحب کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں :

”یکم ستمبر ۱۹۳۵ء: آج جمعیت شبان المسامین کا اجلاس میرے مکان پر ہوا اور رکنیت کے مطبوعہ فارم حاضرین میں تقسیم ہوئے۔ قرار پایا کہ کل ایک وند حضرت علامہ کی خدمت میں پیش ہو کر اس جماعت کی طرف سے چند معمودیات پیش کرے اور کوشش کی جائے کہ جلد از جلد کام شروع ہو جائے۔

۱۲ ستمبر ۱۹۳۵ء: آج دفتر الاسلام کو جاتے ہوئے میں علامہ سر محمد اقبال سے ملا اور انہیں مطبوعہ فارم (رکنیت) دکھایا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ فارم ڈاکٹر سید ظفر الحسن صاحب کو علی گڑھ بھیجا جائے۔

ابن فارم کا مضمون حسب ذیل ہے :

۱۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے عروج و اقبال کے حصول کے لئے جو جماعت قائم کی گئی ہے میں اس کا رکن بننے کے لئے تیار ہوں اور اس بات کا عمل کرتا ہوں کہ امیر کی اطاعت قرآن و سنت کے مطابق بہر حال اور ہر وقت بلا چون و چڑا کروں گا۔

۲۔ میں متنی ہوں کہ اس جماعت کی امارت علامہ سر محمد اقبال مذکولہ کے دست مبارک میں ہو۔  
نام پڑاو و تحفظ

اس کے بعد وسط مارچ ۱۹۳۶ء تک گویا اگلے قریباً چھ ماہ تک پیش آمدہ واقعات کے باہم میں خواجہ صاحب بھی بالکل خاموش ہیں۔ پھر ۱۲ مارچ ۱۹۳۶ء کی ڈائری سے درج ذیل اقتباس انہوں نے اپنے مضمون میں شامل کیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس چھ ماہ کے عرصے کے دوران نہ صرف یہ کہ اس باب میں مزید کوئی پیش رفت نہ ہو سکی بلکہ آرزوؤں اور امیدوں کی یہ خوشنامیں بوجوہ پہنچنے اور برگ و بار لانے کی بجائے ابتدائی مرحلے میں مر جھاک رہ گئی۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں :

”۱۲ مارچ ۱۹۳۶ء: آج میرے مکان پر معمودیں اقبال کا جماعت ہوا جس میں راجہ حسن اختر اور پروفیسر منیر الدین صاحب کے علاوہ جناب ثاقب صاحب، پنی صاحب، ابوالخیر صاحب، ڈاکٹر بھٹی صاحب بھی شریک ہوئے اور ظاہر ہوا کہ لوگ

اصل تجویز دربارہ جمیعت شبان المسلمين پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار نہیں۔ وہ سب مخفی اس بات کے حامی تھے کہ ایک دارالعلوم قائم کیا جائے جہاں اقبال کی کتابوں کا مطالعہ اور ان کی تعلیمات کی نشر و اشاعت ہوا کرے۔ چنانچہ اس پر اجلاس ختم ہو گیا۔

ایک بڑی ہی خوش آئند تحریک کا ایک الناک انجام ہم لوگوں کے کمزور ارادوں کا ثبوت پیش کرتا ہے۔



یوں ایک اصولی اسلامی جماعت کے قیام کی یہ نہایت وقیع اور قابل قدر کوشش تشكیل و تاسیس جماعت کے ابتدائی مرافق کامیابی کے ساتھ طے کرنے کے بعد میدانِ عمل میں باقاعدہ قدم رکھنے سے قبل ہی حضرت الناک انجام سے دو چار ہو گئی۔ اس میں جہاں علامہ اقبال کے ”معقدین“ کی کم ہمتی اور کم کوشی کو یقینی طور پر دخل تھا وہاں زیادہ قرینِ قیاس بات وہ ہے جو آل پاکستان اسلامک ایجو کیشن کانگریس کے ڈائریکٹر چوہدری مظفر حسین صاحب نے ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب کی زیر نظر کتاب کے پیش لفظ میں بیان کی ہے، یعنی یہ کہ علامہ کی اس کوشش کے باوصف کہ وہ اس منصوبے کو پرداز خفا میں رکھنا چاہتے تھے، برطانوی حکومت کی طرف سے حضرت علامہ اور ان کی سرگرمیوں کی نگرانی پر مامور افراد کو چونکہ اس منصوبے کا علم ہو گیا تھا اللہ ایہ منصوبہ ترک کرنا پڑا۔ چودھری صاحب لکھتے ہیں :

”ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے اس مقالہ میں اس امر پر روشنی نہیں ڈالی گئی کہ یہ منصوبہ یکایک کیوں ترک کر دیا گیا۔ لیکن انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اس طرح کے کاموں میں برطانوی استعمار کی طرف سے جو موافع پیدا کئے جا رہے تھے ان کے پیش نظر یہ منصوبہ بہت احتیاط اور رازداری کا تقاضا کرتا تھا، مگر علامہ اقبال کے وہ ”ندائیں“ جو حکومت کی طرف سے ”علامہ اقبال کی نگرانی پر مامور تھے“ اس منصوبے سے واقف ہو گئے، اس لئے یہ منصوبہ ترک کر دیتا پڑا۔ خواجہ عبدالوحید کی تحریر سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے ”معقدین اقبال“ ہی

اس منصوبہ پر عمل پیرا ہونے کو تیار نہیں تھے۔“

بعض لوگوں نے ڈاکٹر بہان احمد فاروقی مرحوم کی اس روایت سے کہ ڈاکٹر سید ظفر الحسن کی اس تجویز کے جواب میں کہ حضرت علامہ اس پوری تحریک کی قیادت سنبحائیں اور منصب امارت قبول فرمائیں حضرت علامہ نے خاموشی اقتیار کی، یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ علامہ نے اس تجویز کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر نہیں کی۔ لیکن مشہور عوامی مقولے ”الخاموشی نیم رضا“ کے مصدق تھے حضرت علامہ کی خاموشی یعنی طور پر قبولیت کے مترادف قرار پاتی ہے۔ اس کی توثیق جناب بن اے ڈار کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ”The Letters and writings of Iqbal“ کے صفحہ ۶ پر درج کی ہے کہ ”علامہ نے امارت کے منصب کو بھگتے ہوئے قبول کر لیا تھا۔“

رہے حضرت علامہ کے وہ الفاظ جو انہوں نے اپنے ۱۹۳۲ء والے خط میں جماعت مجاہدین علی گڑھ کے منصوبے کی بھرپور تائید و توثیق کرنے اور اس کی تائید میں اپنی روحانی واردات کا ذکر کرنے کے بعد اپنے بارے میں اعترافاً تحریر فرمائے تھے، یعنی :

”یہاں کے طبائع کی رو سے ایک ہی طریقہ منور ہو سکتا ہے، لیکن میں اس کے لئے اپنے آپ کو موزوں نہیں پاتا، یا یوں کہنے اپنے میں اس قسم کی جرأت نہیں دیکھتا۔“

تو اولائیہ الفاظ ان کی عالی ظرفی اور منکسر الزاجی کا مظہر ہیں، ثانیاً یہ تحریر ۱۹۳۲ء کی ہے، اور خود حضرت علامہ کا ۱۹۳۵ء کا طرز عمل لا حالہ اس کا ”ناخ“ قرار پاتا ہے۔

بہر کیف، اس منصوبے کی ناکامی کا سبب خواہ کوئی بھی ہو، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے، اور ہماری اصل دلچسپی بھی اسی معاملے سے ہے کہ علامہ اقبال اپنی عمر کے آخری حصے میں، ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۵ء کے درمیان، بیعت اور امارت کی بنیاد پر فداکاروں پر مشتمل ایک ایسی جماعت کی تشکیل کی بھرپور کوشش کرتے رہے جس کے قیام کا اصل مقصد ”اعلانِ کلمۃ اللہ“ یعنی دینِ حق کے غلبے اور اقامت کے لئے انقلابی انداز میں جدوجہد کرنا تھا۔ اس جماعت کے نقشہ کار اور دستور العمل میں جو خود حضرت علامہ کی رہنمائی میں اور انہی کے

شوروں سے مرتب ہوا، ایک اصولی اسلامی جماعت کا مکمل خاکہ موجود تھا، جس میں "جماعت امیر" کے اصول کو مرکزو محور کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ باہم انہی اصولوں پر اور انہی اہداف کے لئے تنظیم اسلامی کا قیام عمل میں آیا ہے جسے بھجواللہ اپنے سفر کا آغاز کئے اب بیس برس سے زائد ہوچکے ہیں۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت علامہ کے اس خواب کی بناء و کمال تعییر صرف اور صرف محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی پیغم کاؤشوں کے نتیجے میں تنظیم اسلامی کی صورت میں سامنے آئی ہے، جس کی حضرت دل میں لئے حضرت علامہ اس دنیا سے تشریف لے گئے تھے اور ان کی وفات کے ساتھ ہی ان کی حیات کا یہ نہایت اہم باب بھی پرداختہ ختم میں چلا گیا تھا۔

حیات اقبال کا یہ گشہ و رق اب ڈاکٹر برہان احمد فاروقی مرحوم و مغفور کی زیر نظر کتاب کے ذریعے منظر عام پر آیا ہے جس کی اشاعت پر ہم آل پاکستان اسلامک اینجوبکشن کا نگریں کے ارباب کا رب بھی ممنون احسان ہیں جن کے ذریعے تاریخ کی اس گرانقدر امانت کی حفاظت کا سامان ہوا۔ فجز اہم اللہ احسن الجزاء ۰۰

## پس نوشت

۱۹۳۵ء میں بیت امارت اور سعی و طاعت کی خالص منصوص، مسنون اور ماثور اساس پر علامہ اقبال کی مجوزہ جماعت یعنی "جمعیت شبان والملین ہند" تو عالم واقعہ میں قائم نہیں ہو سکی۔

البِّتَّةُ بِحَمْدِ اللَّهِ

۱۹۳۱ء میں مولانا مودودی نے جنہیں حضرت علامہ ہنی نے دکن سے پنجاب بھرت کی دعوت دی تھی، "جماعت اسلامی" قائم کردی جس کے مقاصد تو بعینہ وہی تھے جو "جمعیت شبان والملین" کے پیش نظر تھے لیکن اولاً تو اس کی بیت تنظیمی "بیت" کی اساس پر قائم نہیں تھی اور ثانیاً اس نے ۱۹۵۱ء میں "جمعیت شبان والملین" کے مجوزہ لائجہ عمل سے بھی ایک اہم اور تباہ کن انحراف اختیار کر لیا جس کی بنا پر وہ ایک "اصولی اسلامی انقلابی جماعت" کی بجائے صرف ایک "اسلام پسند قومی سیاسی جماعت" بن کر رہ گئی!

لَيْكَنَ الْحَمْدُ لِلَّهِ كَمَا

۱۹۷۵ء میں حضرت علامہ اور مولانا مودودی دونوں کے ساتھ ذہنی اور قلبی وابستگی رکھنے والے ادنیٰ طالب قرآن اور حفیر خادم دین ڈاکٹر اسرار احمد نے "بیت سعی و طاعت فی المعرف" پر بنی "amarat" کی اساس پر قائم اور "انقلابی سیاست" سے بالکل کنارہ کش رہتے ہوئے، قرآن حکیم اور سیرت رسول سے ماخوذ "دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نهى عن المکر" کے ضمن میں جہاد بالسان سے شروع کر کے جہاد بالید کی جانب پیش قدمی کرنے والے خالص انقلابی طریق کا رپ عمل پر اجماعت "تنظيم اسلامی" کے نام سے قائم کر دی!



ڈاکٹر اسرار احمد کے ماضی و حال اور ان کے جماعت اسلامی سے تنظیم اسلامی تک کے ذہنی و عملی سفر کو کما حقہ اور صحیح ناظر میں سمجھنے کے جن کتابوں اور کتابچوں کا مطالعہ ناگزیر ہے ان کی فہرست سامنے کے صفحہ پر درج ہے।

## کتابچے

- ☆ عزم تنظیم
- ☆ تعارف تنظیم اسلامی
- ☆ حساب کم و بیش
- ☆ بیعت کی اہمیت
- ☆ تنظیم اسلامی کی دعوت
- ☆ مطالبات دین
- ☆ مذہبی جماعتوں کا باہمی تعاون
- ☆ تنظیم اسلامی کی ہیئت تنظیمی اور نظام العمل (بلا قیمت)

## کتابیں

- ☆ تحریک جماعت اسلامی : ایک تحقیقی جائزہ (مجلد و غیر مجلد)
- ☆ تاریخ جماعت اسلامی کا ایک گشدرہ باب ( " )
- ☆ دعوت رجوع الی القرآن کامنظر و پس منظر ( " )
- ☆ علامہ اقبال اور ہم ( " )
- ☆ منہج انقلاب نبوی ( " )
- ☆ اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل (غیر مجلد)